يد الله على الجماعة (ترمذی) لا جماعة إلا بإمارة (دارمی)

بسم الله الرحمن الرحيم

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ تنظیم اہلِ حدیث لاہور

بانی: حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ
حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ
بیاد: حافظ محمد جاوید روپڑی رحمہ اللہ

نگرانِ اعلیٰ: صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی
مدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی

جلد 59 | شمارہ 9 | جمعۃ المبارک 26 دسمبر تا یکم جنوری 2015 | فون 042-37656730 | فیکس 042-37659847

دو رخا پن

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگوں نے عرض کیا: إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سُلْطَانِنَا فَنَقُولُ لَهُمْ خِلَافَ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّهَا نِفَاقًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ''ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر نکل کر کرتے ہیں تو آپ ؓ نے فرمایا: ہم ایسے رویے کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔'' (صحیح بخاری: 7178)

معلوم ہوا کہ کسی انسان کے سامنے اس کی تعریفیں کرنا اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی مذمت کرنا نفاق کی علامت ہے جبکہ ایک سچے مسلمان کا وصف یہ ہونا چاہیے کہ وہ کسی حکمران کے سامنے بیٹھا ہو یا عام مجلس میں سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ مثلاً ایک انسان کوئی برائی کر رہا ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو دوسرے انسان کا حق بنتا ہے کہ وہ اسے اس برائی سے منع کرے یہ ایک اخلاقی تقاضہ ہے اور اگر وہ اس کے منہ پر اس غلط کام کی مذمت کرنے کی بجائے خاموش رہتا ہے منع نہیں کرتا تو وہ بھی عنداللہ مجرم ہے۔ اس لیے بندہ مسلمان کو ہمیشہ نیکی اور اچھی بات کہنی چاہیے کیونکہ اچھی بات کا حکم دینا بھی نیکی ہے۔

ایسا انسان جو ایک گروہ یا جماعت کے پاس جائے تو یہ باور کرائے کہ وہ ان کا خیر خواہ اور ساتھی ہے اور دوسروں کا مخالف اگر جب دوسرے گروہ یا تنظیم کے پاس جائے تو ان کی تعریفیں کرتا نہ تھکتا ہو ایسا شخص بدترین اور منافق ہے۔ اس کے برعکس خوش نصیب ہے وہ انسان جو دونوں گروہوں کے پاس جاتا تو ہے مگر ان کے درمیان صلح کرائے اور انہیں دین اسلام پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے یہی بندہ مومن ہے۔

درس حدیث

حافظ عبدالوحید روپڑی (سرپرست جماعت اہلحدیث)

حصولِ امن کے سنہری اصول بزبانِ رسولِ مقبول

رسول اللہ ﷺ نے سات ہلاک کرنے والی اشیاء میں چوتھے نمبر پر سود کو شمار کیا ہے۔ سود فارسی کا لفظ ہے اور اردو میں اس کا معنی نفع کیا جاتا ہے۔ عربی میں اسے الربو کہا جاتا ہے اور اس کا معنی زیادتی آیا ہے اور اصطلاح میں سود کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ خرید وفروخت کے وقت جنس کو تبادلہ کرتے ہوئے مقدار سے زائد وصول کرنا سود کہلاتا ہے۔ جو شرعی معیار کے مطابق کسی عوض سے خالی ہو اور دو بیع کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے معاملہ میں مشروط ہو یا اس مشروط اضافے کا نام سود ہے جو قرض دین میں بغیر کسی عوض اور حق کے وصول کیا جائے۔

سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیتے ہوئے تجارت کو حلال قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا "سود خور لوگ نہیں کھڑے ہوں گے مگر اس آدمی کی طرح جسے شیطان چھو کر دیوانہ بنا دیتا ہے کیونکہ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔" (البقرہ 275) اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ. فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو اگر تم سچے ایمان والے ہو، اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ" (البقرہ 278-279)

یہ ایک ایسی وعید ہے جو کسی اور نافرمانی کے ارتکاب پر نہیں سنائی گئی اسی لیے عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے پر اس کی گردن اڑا دے۔

(ابن کثیر تفسیر آیت مذکورہ)

سود ایک ایسا فعل ہے جس کی بنا پر اس کے ساتھ منسلک لوگ رسول اللہ ﷺ کی لعنت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ "رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے اور دینے والے اور اس کو تحریر کرنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے نیز فرمایا (گناہ کے ارتکاب میں) یہ سب برابر ہیں۔" (مسلم کتاب المساقاۃ باب لعن آکل الربا ج 11 ص 23 رقم الحدیث 1598)

سیدنا ابن مسعود بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سود کے تہتر درجے بیان کیے ہیں اور ان میں سے سب سے ہلکا درجہ آدمی کا اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنا بتلایا گیا ہے۔ (ابن ماجہ ابواب التجارات باب التغلیظ فی الربا ص 390 رقم الحدیث 2274-2275)

جماعت اہلحدیث کی خصوصی ترجمان
ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور

مدیر انتظامی
حافظ عبدالوہاب روپڑی

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی
معاون مدیر: مولانا شاہد محمود جانباز
نگران: حافظ عبدالظاہر صاحب
Abdulzahir143@yahoo.com
کمپوزنگ: وقار عظیم بھٹی 0300-4184081

فہرست

درس حدیث	1
اداریہ	2
الاستفتاء	5
تفسیر سورۃ الاعراف	7
وحی الٰہی کا واضح انکار	9
بادشاہت یا جمہوریت	12

زر تعاون

فی پرچہ 10 روپے
سالانہ 500 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

پروفیسر میاں عبدالمجید

معصوم شہیدوں کے لہو نے قوم کو متحد کردیا

16 دسمبر کا سورج معمول کے مطابق طلوع ہوا۔ فضا میں دھند اور موسم میں خنکی تھی۔ یہ وہ دن تھا جب اپنوں کی غداری اور انڈیا کی مکاری سے وطن عزیز دولخت ہوا تھا۔ تینتالیس برس پہلے لگنے والے زخموں کی کسک آج محسوس ہو رہی تھی۔ باقی سب کچھ نارمل تھا پورے ملک میں بچے اپنے اپنے تعلیمی اداروں میں جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ کسی کی ماں ناشتہ تیار کرنے میں لگی تھی تو کوئی اپنے بچوں کے کپڑے استری کر رہی تھی۔ آرمی پبلک سکول اینڈ کالج ورسک روڈ پشاور کے طلباء کے گھروں میں بھی یہی کیفیت تھی۔ کوئی بچہ آج سکول نہ جانے کی ضد کر رہا ہوگا، کوئی باپ سے جیب خرچ لے رہا ہوگا، کسی کی ماں بچے کو پیار کر کے اللہ حافظ کہہ رہی ہوگی، کسی کا باپ، چچا یا بھائی اپنے پیاروں کو سکول چھوڑ کر آیا ہوگا۔ قضا و قدر کے فیصلوں سے بے علم، کوئی ماں سے ضد کر کے گیا ہوگا کہ آج میرے دوپہر کے کھانے میں میری پسندیدہ ڈش ضرور ہو، کسی کی ماں نے اپنے لعل کو سینے سے لگا کر آخری بوسہ دیتے ہوئے تاکید کی ہوگی بیٹا جلدی گھر آنا۔

آج بچوں کے آڈیٹوریم میں فنکشن تھا، تمام طلباء خوش اور پرجوش تھے، ان کی پرنسپل اور اساتذہ آج کے فنکشن کو خوبصورت اور یادگار بنانے میں منہمک تھیں کہ دس بجے کے قریب سات جنگلی درندے فوجی وردیاں پہنے سکول میں گھس آئے وہ مسلمان یا انسان کہلانے کے تو مستحق ہی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ درندوں کو زبان عطا فرما دے تو وہ بھی فریاد کریں گے کہ ان کو درندہ کہہ کر ہماری توہین نہ کرو۔ ہمارے جنگل کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں، کبھی کسی درندے کو نہیں دیکھا ہوگا کہ بلا ضرورت کسی جانور کا خون کر کے اسے پھینک دے۔ یہ تو درندوں سے بدتر کوئی مخلوق تھی۔

سکول میں داخل ہوتے ہی بموں کے دھماکے اور گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ ظالمو یہ تو ننھے اور معصوم پھول ہیں ان کی ارواح پاکیزہ، جسم نرم و گداز یہ تو تمہارا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ نہ معلوم اول، دوم اور سوم کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں نے کس طرح اپنے ننھے ہاتھ جوڑ کر کہا ہوگا کہ انکل ہمیں نہ مارو، لیکن وہ

چانگی اور وحشی تو ان ننھے فرشتوں کو اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھانے ہی آئے تھے۔

دوپہر کو T.V آن کیا سولہ معصوم جانیں اپنے مالک حقیقی کے حضور پہنچ کر سوال کر رہی تھیں کہ الٰہ العالمین ہم نے تو کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑا تھا۔ ہمارا توشہ قلم اور کتاب سے تھا، ہمارے تو کھیل کود کے دن تھے، ہم تو آپس میں ناراض ہوتے تو فوراً صلح کر لیتے تھے۔ ہم تو سب مل کر کھاتے، ہمارے دل حسد اور بغض سے پاک تھے۔ ہم میں سے اکثریت ان کی ہے جن پر ابھی شرعی احکام بھی لاگو نہیں ہوتے پھر بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ہمیں کس جرم کی پاداش میں ظالموں نے مار ڈالا۔ یہ خون تو اتنا پاکیزہ تھا کہ جنت کے فرشتوں نے انھیں گرتے ہی ان کی روح کو جنتی غلافوں میں سمیٹ لیا ہوگا۔

اس عظیم صدمے پر صبر کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے والدین پر بھی ان شاء اللہ اپنی مغفرت کے دروازے کھول دے گا۔ معصوم مقتولین کی تعداد بڑھتی گئی، زبان پر اناللہ وانا الیہ راجعون کے کلمات تھے۔ دل ڈوب رہے تھے، آنکھیں نمناک تھیں، پتھر سے پتھر دل انسان بھی آنسو بہا رہے تھے، لبوں پر دعائیں تھیں۔ جب سٹریچر پر سبز جرسی پہنے سبز ٹائی لگائے معصوم چہروں پر نظر پڑتی تو ایسے دل پر چوٹ لگتی اور یوں محسوس ہوتا کہ یہ میرا اپنا ہی بیٹا ہے۔ رات تک تعداد بڑھتے بڑھتے ایک سو اکتالیس تک جا پہنچی، خبر نشر ہوتے ہی بے قرار مائیں غمزدہ باپ، بہن بھائی اپنے پیاروں کی خبر لینے دیوانوں کی طرح کبھی ہسپتالوں میں اور کبھی سڑکوں پر دوڑتے پھرتے تھے۔

ادارے کی سربراہ جو تمام بچوں کی ماں کا درجہ رکھتی تھی شہید ہے کہ پہلے اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے رہے پھر اسے ذبح کیا اور اس کے بعد اس کے جسم کو جلا دیا۔ ان بچوں کے ساتھ ان کی نو اساتذہ بھی قربان ہو گئیں۔ T.V پر عمارت کی حالت دکھائی گئی جو بموں کے ذرات اور گولیوں کی بوچھاڑ سے سیمنٹ کی دیواریں گر گئی تھیں۔ دیواروں میں سوراخ نظر آتے تھے، فرش معصوم خون سے آلودہ تھا۔ فرنیچر، کتابیں بچوں کے جوتے بکھرے ہوئے تھے، ظالموں نے بچوں کو شہید کرنے کے بعد ان کے جسم ایک دوسرے کے اوپر پھینک کر ڈھیر لگاتے رہے۔ پاک فوج نے کاروائی کر کے ان وحشت گردوں کو جہنم واصل کر دیا، ساڑھے نو سو کے قریب بچے بچ گئے۔ اگلے دن ایک طالب علم کی لاش ملی اور تعداد ایک سو بیالیس ہو گئی۔ 142 گھروں میں صف ماتم نہیں بلکہ پورے پاکستان میں صف ماتم بچھ گئی، پورا ملک صدمے میں ڈوب گیا۔

وزیراعظم فوراً پشاور پہنچے، پورے ملک میں تین روز کے سوگ کا اعلان کیا۔ عمران خان دیگر سیاستدان آرمی چیف غرضیکہ تمام سٹیک ہولڈرز نے شہداء کے جنازوں میں شرکت کی۔ ہسپتال میں زخمیوں کی بھی عیادت کی، پورے ملک میں شہداء کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ زخمیوں کے لیے دعائے صحت اور متاثرہ خاندانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور تعزیت کے ساتھ ساتھ صبر جمیل کی دعا بھی کی گئی۔

عمران خان نے 18 دسمبر کی کال واپس لے لی۔ وزیراعظم نے تمام پارلیمانی پارٹیوں کا اجلاس طلب کر لیا، تمام جماعتوں نے باہمی اختلافات کو پس پشت ڈالتے ہوئے باہم شیر وشکر ہو کر دہشت گردی کے خلاف مل کر جہاد کرنے کا عزم کیا۔ عمران خان میاں نواز شریف کے بالکل ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران خان نے دھرنے کے خاتمے کا اعلان کر دیا، میاں نواز شریف نے جی، ایچ، کیو کا دورہ کیا۔ سول حکومت اپنی آرمی کی پشت پر کھڑی ہو گئی، پوری قوم متحد ہو گئی۔ کتنا محترم تھا وہ معصوم خون جس نے منتشر قوم کو متحد کر دیا۔

ادھر زخمی طلباء کی عیادت کرنے کے لیے جو بھی ہسپتال گیا اس نے ان طلباء کے حوصلوں کو چٹان کی طرح مضبوط پایا۔ آرمی چیف کو ہر طالب علم نے اپنے زخموں کی پرواہ کیے بغیر یہی پیغام دیا کہ ہم ضرب عضب میں آپ کے سپاہی ہیں۔ اگلے دن بچے نئے عزم اور حوصلے سے اپنی مادر علمی میں یہ نعرہ لگا رہے تھے۔ ''ہم زندہ قوم ہیں'' واقعی ہم زندہ قوم ہیں اور ''شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے'' قوم کی رگوں میں خون گرم ہو گیا، بزدل دشمن نے قوم کے حوصلے پست کرنے کے لیے بہت اوچھا وار کیا تھا مگر سوئی ہوئی قوم جاگ گئی۔ پوری دنیا کے حکمرانوں نے تعزیت کے پیغامات بھیجے ہیں۔

اُمت مسلمہ کی نمائندہ تنظیم O.I.C کے جنرل سیکرٹری تعزیت اور اظہار یکجہتی کے لیے پاکستان آئے۔ مغربی اقوام کے دباؤ پر وطن عزیز نے کئی سالوں سے سزائے موت پر عملدرآمد روکا ہوا تھا۔ سزائے موت پانے والوں میں خطرناک دہشتگرد بھی تھے۔ فوری طور پر سزائے موت پر عملدرآمد شروع کر دیا گیا۔ خونخوار درندے پھانسی کے پھندوں پر لٹکنا شروع ہو گئے ہیں۔ ننھے شہیدوں کو تو یقیناً جنت کی حوریں جھولا جھلاتی ہوں گی وہ تو اللہ کے ہاں انعام یافتگان ہیں لیکن ان کے پاکیزہ خون نے قوم میں زندگی کی لہر دوڑا دی ہے۔

شہید ہونے والے طلباء کے والدین اور عزیز واقارب نے نہ صرف صبر جمیل سے کام لیا ہے بلکہ دہشتگردوں کے خلاف جنگ میں ان کے عزم حوصلے فزوں تر ہو گئے ہیں۔ شہداء کی ماؤں کی عظمت کو سلام جن کے نورِ نظر چھن گئے لیکن ان کا عزم پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

اٹھو اے ملت کے غمگسارو عدو کی نیندیں حرام کر دو
غرور اس کا مٹا کے رکھ دو تم اس کی صبح کو شام کر دو
خدا کی بستی کو ظالموں نے اندھیر نگری بنا دیا ہے
ہر ایک سرکش کا سر کچل دو ہر ایک سازش کو جام کر دو
مٹا دو جو بھی ہے نقش باطل ازل سے ہی تم تو بت شکن ہو
صنم کدے ہیں جہاں جہاں بھی سبھی کا انہدام کر دو
تمہارے دشمن تمہارے قدموں میں خود گریں گے ذلیل ہو کر
جہاد کے جو بھی کارواں ہیں بس ان کو مست خرام کر دو
ہے زندگی کا یہی تو مقصد قدم بڑھاؤ اے نوجوانو
یہ حق کا پرچم بلند کر کے پیام رحمت کو عام کر دو
نہال جو میری کوکھ میں ہیں چاند ستارے وہ ابھریں تو سورج کو بے نور کر دیں
میری گود کی عظمتوں کو تو دیکھ خدا کی خدائی کا شاہکار ہوں میں
مجھے بزدل صنف نازک نہ سمجھے جس سے باطل وہ یلغار ہوں میں
عدو کا نشیمن جلانے کی خاطر گرائے جو بجلی وہ تلوار ہوں میں

شہید طلباء عالم ارواح سے ہمیں بھی پیغام دے رہے ہیں کہ ظلم کے آگے کبھی سرنگوں نہ ہونا بلکہ اب پوری قوم متحد ہو کر ان ظالم اور سفاک وحشیوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہے۔

ان معصوم شہداء کے خون کے حوالے سے حکمرانوں سے مؤدبانہ التماس ہے کہ آج قوم متحد ہے کلیجے چھلنی ہیں غم کی کیفیت میں تقرب الی اللہ مومن کا سب سے بڑا سہارا ہوتا ہے۔ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کر دیں۔ حکومت آنی جانی چیز ہے انسان فانی ہے اگر میاں نواز شریف اس ملک کیساتھ خیر خواہی کر جائیں تو ان کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت کا موجب ہوگی۔

شہید طلباء کو خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ سب سے بہترین توشہ ہے کہ ان کے لہو سے وہ چراغ جلیں جن کی روشنی ہماری آنے والی نسلوں کو بھی سنوار دے۔ تمام دینی جماعتیں ہی نہیں اٹھارہ کروڑ عوام میں سے گنتی کے چند افراد کے علاوہ پوری قوم آپ کی پشت پر ہوگی اور سب سے بڑی بات کہ رب العالمین آپ کی نصرت فرمائیں۔

قائداعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کا یہی مقصد بتایا تھا۔ جب ان سے تحریک پاکستان کے دوران سوال کیا گیا کہ آپ آزاد ریاست پاکستان کا مطالبہ کر رہے ہیں تو اس ریاست کا دستور کیا ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا تھا کہ ہمارا دستور چودہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کے ذریعے ہمیں عطا کیا تھا وہی پاکستان کا دستور ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان شہید طلباء کے درجات بلند فرمائے، ان کے والدین اور عزیز واقارب کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

امیر جماعت اہلحدیث صوبہ خیبر پختونخواہ محترم نسیم اللہ خاں ایڈووکیٹ کے دو بھتیجے بھی شہید ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور والدین عزیز واقارب کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

چند اوراق سیاہ اک قلم محو افشاں
ہم فقیروں کے توشے میں یہ جاگیر ہے آج

□□□□

الاستفتاء

حافظ عبدالوہاب روپڑی

جرابوں پر مسح کرنے کا شرعی حکم

سوال: ہمارے ہاں بعض لوگ صرف چمڑے کے موزوں پر مسح جائز قرار دیتے ہیں اور جرابوں پر مسح کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس لیے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ جرابوں پر مسح کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ سائل: وقار عظیم بھٹی

الجواب بعون الوہاب: سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جراب کسے کہا جاتا ہے اور یہ کس لیے پہنی جاتی ہے تاکہ مسئلہ کی صحیح وضاحت ہو سکے۔ جراب کو عربی زبان میں جورب کہا جاتا ہے اور جورب ہر وہ چیز کہلاتی ہے جو پاؤں کے اوپر پہنی جائے۔ (قاموس جلد اول ص 46) جو چیز لفافے کی طرح پاؤں پر پہن لی جائے وہ جورب کہلاتی ہے (تاج العروس) جورب کی تعریف کرتے ہوئے فقہائے کرام فرماتے ہیں: اَلْجَوْرَبُ هُوَ مَا يَلْبِسُهُ الإِنْسَانُ فِي قَدَمَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ مَصْنُوْعًا مِنَ الصُّوْفِ أَوِ الْقُطْنِ أَوِ الْكَتَّانِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ "اون، روئی یا چمڑے وغیرہ سے بنی ہوئی جو بھی چیز پاؤں پر پہنی جائے جراب کہلاتی ہے۔"

(الموسوعة الفقهية ج37 ص271)

اسی طرح ابن ارسلان تساخین کے متعلق فرماتے ہیں: كُلُّ مَا يُسَخَّنُ بِهِ الْقَدَمُ مِنْ خُفٍّ وَجَوْرَبٍ وَنَحْوِهِمَا "لفظ تساخین ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس سے پاؤں کو حرارت حاصل ہو خواہ وہ چمڑے کا موزہ ہو یا جراب یا ان جیسی کوئی اور چیز۔" (عون المعبود باب المسح السابقة ج1 ص171 تحت رقم الحدیث: 146)

حدیث میں ہے: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَرِيَّةً فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ شَكَوْا إِلَيْهِ مَا أَصَابَهُمْ مِنَ الْبَرْدِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوْا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِيْنِ۔

"سیدنا ثوبانؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا ان کو سردی لگ گئی جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے تو انھوں نے سردی لگنے کی آپ سے شکایت کی تو آپ نے انھیں پگڑیوں اور ہر اس چیز پر مسح کرنے کا حکم دیا جس سے پاؤں کو گرمائش حاصل ہو۔" (الموسوعة الحديثية مسند الامام احمد ج37 ص66 رقم الحدیث: 22383)

امام احمد بن حنبلؒ مذکورہ روایت کی سند میں انقطاع اس طرح بتلاتے ہیں کہ راشد بن سعد کا ثوبانؓ سے سماع ثابت نہیں لیکن امام بخاریؒ نے راشد بن سعد کے ثوبانؓ سے سماع کی تصریح فرمائی ہے کہ راشد بن سعد نے ثوبان اور یعلی بن مرۃ سے سنا ہے۔ (التاریخ الکبیر ج3 ص292)

اس روایت کو راشد بن سعد نے ثوبان سے عن کے ساتھ بیان کیا ہے اسی لیے بعض نے راشد بن سعد کو مدلس کہہ کر اس کی لفظ عن کے ساتھ بیان کی گئی روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے حالانکہ یہ راوی مدلس نہیں جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس کے سماع کی تصریح فرمائی ہے۔ یہ حدیث شرط معاصرت اور امکان لقاء کی بنیاد پر امام مسلم اور جمہور محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے وقت جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔ (ابوداود کتاب الطہارۃ باب المسح علی الجوربین ص 31 رقم الحدیث: 159)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: لَا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لِأَنَّ الْمَعْرُوْفَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ. عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ

رسول اللہ ﷺ سے معروف روایت میں حضرت مغیرہؓ چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا بیان کرتے ہیں۔ (حوالہ مذکورہ) اس روایت کو بعض آئمہ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے لیکن انھوں نے اس کے ضعیف ہونے کی وجہ اس کا شذوذ بتایا ہے کیونکہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور آئمہ حفاظ میں سے امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح، ابن حبان نے صحیح اور ابن حزم نے قابل حجت قرار دیا ہے۔ آئمہ متاخرین میں سے علامہ ابن ترکمانی حنفی اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان دونوں راویوں نے دیگر راویان حدیث کی ایسی مخالفت نہیں کی جو ان کے معارض اور مخالف ہو بلکہ انھوں نے ایک ایسی زائد چیز بیان کی ہے جو دوسرے راویوں نے بیان نہیں کی۔ اس لیے اس اختلاف کو دو الگ الگ حدیثوں پر محمول کیا جائے گا اسی لیے امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (الجوھر النقی ج 1 ص 283)

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں: اس حدیث میں دوسرے راویوں کی مخالفت والی کوئی بات نہیں بلکہ جرابوں پر مسح کرنا ایک مستقل زائد امر ہے لہٰذا ان اسانید کو کوئی بہت دھرم اور متعصب ہی ضعیف قرار دے گا۔ (البنایہ شرح ہدایہ ج 1 ص 600) علامہ ناصرالدین البانیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے، امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

(ارواء الغلیل باب مسح الخفین ج 1 ص 137 رقم الحدیث: 101)

حافظ احمد شاکر رحمہ اللہ سنن ترمذی کی شرح کرتے ہوئے اس روایت پر فرماتے ہیں: مغیرہ بن شعبہؓ سے وضوء اور مسح کے باب میں مختلف روایات مختلف لوگوں نے بیان کی ہیں۔ بعض نے موزوں پر مسح، بعض نے، پگڑی پر اور بعض نے جرابوں پر مسح بیان کیا ہے۔ ان روایات میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں کیونکہ متعدد روایات میں مختلف مواقع بیان کیے گئے ہیں۔ مغیرہ بن شعبہؓ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں پانچ سال تک رہے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے مختلف مواقع اور مشاہدات بیان کیے بعض راویوں نے کچھ سنا اور دوسروں نے کچھ اور سنا لہٰذا راوی متعدد واقعات بیان کرتے چلے گئے۔ (تعلیق جامع ترمذی علامہ احمد محمد شاکر باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین ج 1 ص 167تا169)

امام دولابیؒ ازرق بن قیس تابعی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو وضوء ٹوٹ جانے کے بعد نیا وضوء کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے اپنا چہرہ دھویا، ہاتھ دھوئے اور اپنی اونی جرابوں پر مسح کیا، میں نے سوال کیا کہ آپ ان پر مسح کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ موزے ہی ہیں اگرچہ اون کے ہیں۔ (کتاب الاسماء والکنی ج 1 ص 181) اس کے علاوہ امام ابوداودؒ نے اپنی سنن میں 9 صحابہ کرامؓ سے جرابوں پر مسح کرنے کو ذکر کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (1) علی بن ابی طالبؓ (2) ابن مسعودؓ (3) براء بن عازبؓ (4) انس بن مالکؓ (5) ابوامامہؓ (6) سہل بن سعدؓ (7) عمرو بن حریثؓ (8) عمر بن خطابؓ (9) عبداللہ بن عباسؓ

(ابوداود کتاب الطھارۃ باب المسح علی الجوربین ص 32 رقم الحدیث: 159)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح کرنے کی قائل سلف صالحین کی ایک جماعت ہے۔ (المحلی لابن حزم ج 2 ص 84) اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ان کو پہن کر چلا جا سکتا ہو، وہ چمڑے کی بنی ہوں یا کسی اور چیز کی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج 21 ص 214)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح اور درست بات یہی ہے کہ اگر جرابیں پہن کر مسلسل چلنا ممکن ہو تو ان پر مسح کرنا جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ اگر چلنے سے وہ خود بخود اتر جائیں تو جس مقصد کے لیے پہنی گئی ہیں وہ حاصل نہیں ہوتا اس وقت ان پر جورب اور لفافۃ الرجل کا اطلاق بھی مشکل ہے جبکہ مروجہ جرابیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ میلوں تک سفر کرنے کے بعد بھی خود بخود پاؤں سے نہیں اترتیں۔ (شرح المھذب ج 1 ص 526-527)

صورت مسئولہ میں جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ جراب ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو پاؤں کو ڈھانپ لے خواہ وہ چیز چمڑے، کپڑے یا روئی وغیرہ سے تیار کی گئی ہو۔ اسی لیے علماء نے جراب پر مسح کی شرط یہ عائد کی ہے کہ وہ پہننے کے مقصد کو پورا کرتی ہو۔ موزہ اور جراب کے پہننے کا مقصد بھی پاؤں کو سردی سے محفوظ رکھنا ہے، ہر وہ چیز جس کے پہننے سے پاؤں کو حرارت ملے اور وہ انھیں سردی سے محفوظ رکھنے کا باعث بنے اس پر مسح کرنا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ وہ باوضوء پہنی گئی ہو جیسا کہ احادیث رسول اور آثار صحابہ کرامؓ سے وضاحت ہو چکی ہے۔ فقط

تفسیر سورۃ الاعراف

حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

(قسط نمبر 41)

تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ (101) وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۖ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ (102)

"(اے نبی ﷺ) یہ وہ بستیاں ہیں جن کی چند خبریں ہم آپ پر بیان کرتے ہیں اور یقیناً ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے تھے لیکن جس چیز کو یہ شروع ہی میں جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان نہ لائے تھے (تو پھر) اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے (101) اور ہم نے ان میں سے اکثریت کو عہد کی پاسداری کرنے والا نہیں پایا اور بلاشبہ ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا۔"

مشکل الفاظ کے معانی

الْقُرَىٰ بستیاں أَنبَاءِ خبریں يَطْبَعُ مہر لگا دیتا ہے

ماقبل سے مناسبت

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ تباہ شدہ اقوام عالم کے حالات وواقعات اور نجات پانے والے اہل ایمان کا تذکرہ کیا تھا اور ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ سابقہ امتوں کی اکثریت نے بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی لہٰذا مشرکین مکہ اور اہل کتاب کی روش کوئی نئی بات نہیں، بالآخر کامیابی اہل حق کا ہی مقدر بنی۔

التوضیح

تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ. یہ بستیاں (جن پر عذاب نازل کیا گیا تھا) پانچ اقوام تھیں: "(۱) قوم نوح (۲) قوم ہود (۳) قوم صالح (۴) قوم لوط (۵) قوم شعیب۔" ان کے بعض احوال رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی بتلائے گئے کہ ان قوموں نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود بھی توحید الٰہی اور رسالت انبیاء کا انکار کر دیا جس کی وجہ سے یہ عذاب الٰہی سے دوچار ہوئیں کیونکہ یہ تمام بستیاں بلاد عرب میں تھیں اور اہل مکہ ان کے بعض احوال کو جانتے بھی تھے اور بستیوں کا مشاہدہ بھی کرنے والے تھے۔ اہل مکہ اور ان لوگوں کے احوال تقریباً ایک جیسے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال بیان فرما کر مشرکین کے لیے نصیحت اور سامان عبرت مہیا کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی ان کے احوال بیان کرنے کا دوسرا مقصد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا تھا کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء کو آپ جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہی کامیابی سے ہمکنار فرمایا کیونکہ جس طرح آپ کے ہاتھوں پر رونما ہونے والے معجزات ان مشرکین (مکہ) کی ہدایت کا سبب نہ بن سکے ایسے ہی سابقہ انبیاء کو ملنے والے معجزات بھی ان کی ہدایت کا سبب نہ بن سکے۔ ان کا ایمان نہ لانا اور انبیاء کی تکذیب کرنا دلائل اور معجزات کی عدم موجودگی نہ تھا بلکہ ایمان کے لیے کھلے، صاف دل اور توجہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ یہی چیز انسانی فطرت میں زندگی ہوا کرتی ہے اور وہ اس چیز سے محروم تھے جس کی بنا پر ان کی فطرت ہی مردہ ہو چکی تھی جن لوگوں کی فطرت ہی مردہ ہو جائے ان کے لیے ہدایت کے اسباب پر توجہ دینا ممکن نہیں ہوتا ان کے دلوں کو ہدایت کے لیے بند کر دیا جاتا ہے اور اسی چیز کو دلوں پر مہر لگنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۖ وَإِن وَجَدْنَا

أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ. اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے اپنی عبادت پر ایک پختہ عہد لیا تھا اور اس عہد کی پاسداری کرنا ہر انسان کے فرائض منصبی سے ہے لیکن انسانیت کی اکثریت نے اس عہد سے انحراف کیا، اسی طرح مذکورہ قوموں نے اسے پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے انبیاء کی تکذیب کی۔ موجودہ دور اور عہد رسالت میں بھی رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی نافرمانی کرکے اس عہد کی پاسداری نہیں کی جارہی، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے ان میں سے اکثریت کو عہد شکن پایا اور اس عہد شکنی پر عقلی اور شرعی کوئی دلیل نہیں کیونکہ انسانی فطرت اس عہد کی پاسداری کا تقاضا کرتی ہے۔

امام کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ. "میں نے اپنے تمام بندوں کو دین اسلام پر پیدا کیا تھا مگر شیطانوں نے ان کے پاس آکر انہیں دین سے بہکایا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام قرار دیں جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔" (صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب الصفات التی یعرف لھا فی الدنیا اھل الجنۃ واھل النار ج9جزء17ص166رقم الحدیث:2865 صحیح ابن حبان کتاب الرقائق باب الخوف والتقوی ج2ص422رقم الحدیث:653) اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا: كُلُّ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ. "ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔" (بخاری مشرح الکرمانی کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین ج7ص138رقم الحدیث:1385 مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ ج8جزء16ص177رقم الحدیث:2658)

اخذ شدہ مسائل (1) سابقہ اقوام کے قصص، عبرت اور نصیحت کے لیے ذکر کیے گئے ہیں (2) کفار کے کفر پر اصرار اور اپنے موقف پر قائم رہنے کی بناء پر ان کے دلوں پر مہر لگادی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ انسانی فطرت کی زندگی سے محروم ہوجاتے ہیں (3) لوگوں سے ذات باری تعالیٰ نے اپنی الوہیت پر عہد لیا تھا لیکن اکثریت نے اس عہد کی پاسداری نہیں کی

شانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

قاری تاج محمد شاکر

اسلام کے وفادار صحابہؓ جنتی ہیں	نبی ﷺ کے پہرے دار صحابہؓ جنتی ہیں
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ دیکھ لو	مدنی ﷺ کے جانثار صحابہؓ جنتی ہیں
خون سے دیں کا تحفظ کر گئے	محبوب ﷺ کے تابعدار صحابہؓ جنتی ہیں
صداقت صدیقؓ کی سب مان گئے	دین پہ سر نثار صحابہؓ جنتی ہیں
ہجرت کی شب لے گیا جس کو نبی ﷺ	وہ ہے یار غار صحابہؓ جنتی ہیں
اسلام کی عزت عمرؓ ابن خطاب	نبی ﷺ کے رازدار صحابہؓ جنتی ہیں
شہید حق عثمانؓ جامع القرآن	ذی قدر ذی وقار صحابہؓ جنتی ہیں
وہ ستارے رسول ﷺ ان کا چاند ہے	کہہ گئے سرکار ﷺ صحابہؓ جنتی ہیں
حرمت دین نبی ﷺ پہ کٹ گئے	نبی ﷺ کے حب دار صحابہؓ جنتی ہیں
تاج ان کی شان میں کافی ہے یہ	راضی ہے پروردگار صحابہؓ جنتی ہیں

وحی الٰہی کا واضح انکار

عطاء محمد جنجوعہ

قسط نمبر 3

استعماری ہتھکنڈے

عالمی استعمار نے دنیا بھر سے معروف خاندانوں کے ذہین بچوں کو یورپ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مراعات کا لالچ دیا اور اندرون ملک سیمینار منعقد کر کے عصری تعلیم سے آراستہ طبقے کو مغربی فلسفے کی روشنی میں جدیدیت کا درس دیا اور مشترکہ مفادات کے لیے وحدت الادیان پر زور دیا۔

جدیدیت کیا ہے؟

جدیدیت (Modernization) علم عمرانیات (Sociology) میں تہذیب کو معاشی، سیاسی اور معاشرتی طور پر بدل دیے جانے کا نام ہے۔ آزاد خیال مفکرین کا موقف ہے کہ وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ معاشرہ بدلتا اور حالات بدلتے ہیں، اس لیے مذہب کو بھی بدلنا چاہیے۔ مغربی فکر و فلسفے سے متاثر ہو کر بعض مسلم راہنماؤں نے انسانی فلاح اور مشترکہ مذہبی اقدار کو موضوع سخن بنایا، اور مذاہب عالم میں سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کی تگ و دو کے جواب تک جاری ہے۔

جدیدیت کے اس خوش کن اور دل فریب نعرے نے امت مسلمہ کی سیاست اور اقتصادیات پر غلبہ حاصل کر لیا ہے مگر معدودے چند اہل درد کی دفاعی حکمت عملی سے بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی معاشرت اور سماجی اقدار میں اسلام کی جھلک نمایاں رہی، چنانچہ نجی معاملات مثلاً نکاح و وراثت اور عام تہذیب و تمدن میں وہ اسلام اور اس کے شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے تھے کسی الجھن یا نزاعی امور کی صورت میں علاقے کے مفتی یا قاضی سے رجوع کرتے تھے، جدت پسندوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کو مٹانے کے لیے علمی تحریک کا آغاز کیا جنھوں نے رسالت محمدیہ سے انکار تو نہیں کیا لیکن انسانی عقل کو معیار اور بنیاد بنا کر حدیث کی تشریعی حیثیت سے انحراف کیا مگر اس کے باوجود یہ طبقہ اپنی مطلب براری کے لیے وقتی طور پر احادیث رسول ﷺ کا سہارا لینے سے دریغ نہیں کرتا۔

احکامِ قرآن کی تفسیر

قرآن حکیم الہامی کتاب ہے جسے قیامت تک کے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے نازل کیا گیا، اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود رب العالمین نے اٹھائی۔ نبی کریم ﷺ کے اقوال اور آپ کی سیرت طیبہ قرآنی احکام کی جزئیات اور تفسیر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی سیرت اور سنت کو محفوظ کیا بلکہ عبادات و معاملات اور معاشرت وغیرہ میں عمل کر کے دکھایا۔ محدثین کرامؒ نے نبی کریم ﷺ کی سیرت سے متعلق کوئی قول و فعل سند کے بغیر قبول نہیں کیا۔

انگریزی استعمار نے برصغیر کے مسلمانوں کو اسلامی قانون سے تو محروم کر دیا تاہم کوشش بسیار کے باوجود وہ ان کی معاشرت کو مغربی تہذیب میں نہ ڈھال سکا۔ مسلمان انفرادی و اجتماعی زندگی کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بسر کرنے کے لیے احادیث سے استفادہ کرتے رہے، مگر قیام پاکستان کے بعد جدیدیت پسند سکالر مغرب کے سیاسی و عمرانی فلسفے کو اسلام کا مظہر قرار دینے کی دھن میں مگن ہو گئے۔ غلام احمد پرویز نے احادیث کو کلیۃً یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ مخصوص دور اور علاقے کے لیے مختص تھیں اگر حدیث شرعی حجت ہوتی تو حضور ﷺ احادیث کو اسی اہتمام سے لکھواتے جس اہتمام سے آپ ﷺ نے قرآن مجید کو لکھوایا تھا ان کے اس فکر و فلسفے نے قرآن حکیم کی من مانی تاویلات کرنے، خواہشات نفسانی پر عمل درآمد اور مغربی تمدن کو اجتماعی نظام کے روپ میں پیش کرنے کی راہ ہموار کی۔

1۔ افکارِ پرویز کی بنیاد:

''اللہ اور رسول (ﷺ) سے مراد وہ مرکز نظام اسلامی ہے جہاں سے قرآنی احکام نافذ ہوں۔'' (معراجِ انسانیت ص:318)

2۔ اجتماعی نظام کا دائرہ اختیار:

''سابقہ ادوار کے فیصلوں میں خواہ وہ رسول اللہ کے زمانے میں کیوں نہ صادر ہوئے ہوں رد و بدل کر سکتا ہے اور بعض فیصلوں کو منسوخ بھی کر سکتا ہے۔'' (شاہکار رسالت ص:282)

3۔ حکمرانوں کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟

اللہ ذوالجلال اور رسول سے مراد مرکزِ ملت یعنی نظام خداوندی اور Central Authority اور اولی الامر سے مفہوم افسران ملت اور مقامی حکمران ہیں۔'' (معراجِ انسانیت ص:323)

غلام احمد پرویز نے نبی کریم ﷺ کے دورِ مسعود کے احکام میں تغیر و تبدل سے متعلق اپنے موقف کی تائید میں مولانا مودودی مرحوم کی تالیف تفہیم القرآن ج2 ص327 سے تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے: جو حالات عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام میں عرب اور دنیائے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعینہ وہی حالات ہر زمانہ اور ہر ملک کے ہوں، لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور جگہ کے لحاظ سے ان کی جزئیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کا روحِ اسلامی سے کوئی تعلق نہیں'' (مقام حدیث: ص46)

دین میں جزئیات کے تعین کا حق کس کو ہے؟ اس کے متعلق جناب امین احسن اصلاحی کا نقطۂ نظر یہ ہے: قرآن و حدیث کے اندر بیشتر صرف بنیادی اور اصولی باتیں ہی بیان کی گئی ہیں۔ جزئیات و تفصیلات سے ان میں بہت کم تعرض کیا گیا ہے، اس خلاء کو حالات و ضروریات کے تحت بھرنا نیز تمام پیش آنے والے اجتماعی اور سیاسی معاملات میں اسلام کے منشا اور مزاج کے مطابق قوانین بنانا امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔'' (ماہنامہ ترجمان القرآن یکم اپریل 1954ء)

اول الذکر جدت پسند طبقے نے حکومت کی اطاعت کو عبادت کا درجہ دیا، اور قرآن کی توضیح اور نبوی دور کے احکام میں تغیر و تبدل کا اختیار حکومت کو دیا، جبکہ مولانا مودودی اور ان کے ہم خیال لوگوں نے حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد کو اعلیٰ عبادت کا درجہ دیا اور ارکان اسلام کی پابندی، عدل و احسان، تعلیم و تزکیہ کو مقصود بالذات تسلیم کرنے کی بجائے ترجیحی زینے تک محدود کر دیا۔ ان دونوں افکار میں قدر مشترک یہ ہے کہ سیاست عبادات کا محور ہے۔ اس طرزِ فکر کے اثرات دیگر مذہبی جماعتوں میں بھی ظاہر ہوئے کہ انھوں نے بھی اپنی سرگرمیوں کو سیاسی جدوجہد تک محدود کر لیا۔ اشاعت دین کا جو کام اس وقت ہو رہا ہے وہ جماعتی نظم سے نہیں بلکہ مخلص افراد کی انفرادی محنت کا ثمر ہے، حالانکہ شرعی نقطۂ نظر سے سیاست اسلام کا جز ہے کل نہیں۔

جدید تقاضوں کے مطابق قرآن و سنت کے احکام میں حکومت، عوام یا ان کے منتخب نمائندوں کو تغیر و تبدل کے اختیار دینے کی تحریک مغربی فلسفے انسانی ذات فی نفسہٖ خیر ہے سے اثر پذیری کا نتیجہ ہے۔ آپ غیر جانب دار ہو کر اسلامی حکومت کے سربراہ، افسران، عوام یا ان کے منتخب نمائندوں کی تعلیم و تزکیے کا مشاہدہ کریں کہ ان میں بصیرت دینی رکھنے والے، یا مزاج شناسِ رسول ﷺ کتنی تعداد میں ہیں؟ یقیناً وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہوں گے چونکہ مغربی فلسفہ ارادہ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے کی بنیاد پر ہی تمام فیصلے ہوتے ہیں، ان مغربی افکار کے فروغ سے دین اسلام کا غلبہ تو مشکل امر ہے البتہ عوامی مذہب کے خدوخال جنم لے سکتے ہیں!! نومولود وطنِ عزیز میں جب غریبوں کی کفالت اور یتیم بچوں کی تعلیم کے اخراجات کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا، اسی لیے اس وقت حکومت نے عوامی مذہب اور مغربی تہذیب و تمدن کی سند جواز تلاش کرنے کے لیے مختلف ادارے قائم کیے۔

اسلام میں یہود و نصاریٰ کی دوستی سے روکا گیا ہے۔ چنانچہ اہل مغرب کے تھنک ٹینک ادارے جو اسلام میں بگاڑ ثابت کرنے اور مسلمانوں کو زیر کرنے میں ہمہ وقت سرگرم عمل تھے اور ہیں، انھوں نے

تحریک اخوت ابراہیم کو جنم دیا۔

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ معرفت الٰہیہ اور اُخروی نجات کے لیے اتباع رسول ﷺ بنیادی شرط ہے مگر خلیفہ عبدالحکیم نے رسالت محمدیہ پر کس طرح ہاتھ صاف کیا: اگر اس نبی کریم (ﷺ) کی امت اور جماعت کے باہر کچھ لوگ ایسے ملتے ہوں جن میں وہ باتیں ملتی ہوں (عقیدہ توحید اور اعمال صالحہ) جو اصل مقصود ہیں تو ایسوں پر نجات کا دروازہ بند کرنا حد درجے کی تنگ نظری ہوگی۔" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص:224 بحوالہ الاعتصام اشاعت خاص، ص:762)

ان لوگوں کے نزدیک قرآن وحی ہے، پیغمبر ﷺ کے اقوال بصیرت واجتہاد ہیں۔ "بجز تنزیل (قرآن) کے کسی حکم کو وحی نہ سمجھا جائے۔" (مقام سنت، ص:75) مسلمانوں کے باہمی معاملات کو وحی الٰہی سے محروم کرنے اور روشن خیالی کے مطابق ڈھالنے میں احادیث مانع ہیں، اس لیے انھوں نے ان کو الہام ماننے سے ہی انکار کر دیا: "معاملات سے تعلق رکھنے والی تمام احادیث بصیرت نبوی ہیں نہ کہ الہام وتنزیل۔"
(مقام سنت، ص:68)

معاملات میں داخل امور

معاملات میں معاشرت، معیشت، معاش، سیاست وغیرہ ساری چیزیں اپنے تمام اجزاء سمیت داخل ہیں اور ان میں ہر چیز متبدل ہے۔" (مقام سنت، ص:62)

معاملات میں تغیر وتبدل کا اختیار

جہاں تک معاملات کا تعلق ہے تنزیل (قرآن) نے ان کی صرف حدود بیان کر دی ہیں باقی رہیں جزوی تفصیلات تو اُن کو انسانوں کی عقل وبصیرت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔" (مقام سنت ص 62 بحوالہ الاعتصام اشاعت خاص:768)

قرآن کے اجمالی احکام کی تفسیر سنت رسول اللہ ﷺ کی بجائے انسانوں کو سونپنے کی غلطی میں مغربی فلسفے کے ارادہ عمومی کا اثر ہے اور عقل کی کسوٹی قرار دینے میں تحریک تنویر کا عکس ہے۔ مسئلہ اجتہاد کے عنوان سے ایک مستقل کتاب بھی منصۂ اشاعت پر نمودار ہوئی جس میں اس امر کی کوشش کی گئی کہ تبدیلی احوال کی بناء پر اجتہاد جدید کی درانتی سے قرآن وحدیث کے ہر صریح حکم کو کاٹا جا سکتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام نے فتنہ انکار حدیث خصوصاً پرویزی عقائد باطلہ پر بروقت علمی گرفت کی لیکن عقلی دریچوں کو بند کرنے میں اصحاب الحدیث کی علمی وعملی خدمات منفرد اور ممتاز حیثیت کی حامل ہیں جن میں حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور ابوالطیب مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ کے نام سرفہرست ہیں۔ ہمارے دور کے منکرین حدیث کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ان کے ماضی سے منقطع کر دیا جائے۔ اسی لیے حدیث کے انکار کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا ہے اسی لیے صحابہ کی تفسیر سے اعراض ہے، اسی لیے مفسرین کا استخفاف ہے، اسی لیے صحیح تصوف جس کا مسنون نام احسان ہے کے خلاف ہرزہ سرائی ہے۔

اسی لیے فقہ اسلامی کو قدامت کا طعنہ دے کر کلیۃً دریا برد کرنے کے مذموم ارادے ہیں اسی لیے دور حاضر سے ہر طرح کی مطابقت کا شور ہے اسی لیے انبیاء علیہم السلام سے لے کر آج تک کے اسلامی طریق معاشرت پر ملا ازم قسم کے الفاظ سے پھبتیاں کسی جاری ہیں اسی لیے قرآن وسنت کے منصوص اور مسلمانوں کے چودہ سو سال کے متفقہ اور اجماعی مسائل کو منتخب کیا گیا ہے تاکہ ان کو ریسرچ اور اجتہاد جدید کی درانتی سے کاٹ پھینکا جائے۔ (رشحق ربیع الاول: 1957ء، الاعتصام اشاعت خاص، ص:758)

مغرب میں لوتھر کی پروٹسٹنٹ تحریک نے ہر شخص کو اجتہاد اور انجیل کی تشریح کی اجازت دی لیکن مشرق میں علمائے حق کی مزاحمتی مساعی جمیلہ سے پرویز کو لوتھر کا مقام حاصل نہ ہو سکا اور یوں حدیث وسنت کا عقلی انکار کرنے والوں نے اپنی سرگرمیوں کا رخ عملی سیاست کی طرف پھیر لیا۔

(جاری ہے)

بادشاہت یا جمہوریت

محمد احسان الحق شاہ ہاشمی

حق و باطل میں ازل ہی سے کشمکش جاری ہے، اگرچہ حق غالب رہنے والا ہے، تاہم اپنی دغابازی چال میں کبھی کبھی باطل کو سر اٹھانے کا خوب موقع دیتا ہے۔ پھر جب باطل قواعد و ضوابط کی تمام حدود کو پامال کر کے حد سے بڑھ جاتا ہے تو حق اسے گھیرے میں لا کر خوب سبق سکھاتا ہے، لیکن افسوس باطل پرستوں نے کبھی اس سے عبرت نہ پکڑی۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ الوہیت کے دعویدار فراعنہ بھی تو ان کے اکابر تھے جن کو حق نے حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ وہ شداد اور نمرود کا انجام بھی فراموش کر بیٹھے۔ ایسی عبرتناک داستانیں تو بہت ہیں مگر عبرت پکڑنے والے کم ہیں۔

اہل اسلام نے اپنے عروج کے زمانے میں غیر مسلموں کو حسن سلوک سے اس قدر متاثر کیا کہ وہ از خود مسلمان ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ کون نہیں جانتا کہ بحری قزاقوں کے پشت پناہ اور اپنی سگی بہن سے شادی کر کے اپنے مذہب کی دھجیاں اڑانے والے ہندو راجہ داہر کو سبق سکھانے کے لیے آنے والا نوعمر مسلمان سپہ سالار محمد بن قاسم جب چند روز کے لیے مکران کے ساحل پر اترا تو اس کا حسنِ اخلاق دیکھ کر یہاں کے ہندوؤں نے اسے اوتار کہنا شروع کر دیا بلکہ جب وہ فتح سندھ کے بعد واپس چلا گیا تو انھوں نے اس کے مجسمے بنا کر ان کی پوجا شروع کر دی۔

باطل ہمیشہ حق کی گرج و چمک سے خائف اور اہل اسلام کو دیکھ کر ایک مغلوب کتے کی طرح غصے سے دانت پیستا اور غراتا رہا۔ آج بھی دنیا کے نقشے پر نگاہ ڈالیں تو جہاں کہیں چند مسلمان آباد ہیں وہاں فسادات، افراتفری اور بدامنی نظر آتی ہیں یہ باطل ہی کی ایک چال ہے کہ حق پرستوں کو باہم دست و گریباں رکھو، انھیں اندرونی مسائل میں الجھائے رکھو، اپنا مال ان کے ہاتھوں بیچ کر ان کے ہاتھوں ان کے خون کی ندیاں بہا دو، مال اپنا بکے اور خون ان کا بہے۔

انھوں نے فرقہ واریت کی ایسی ہوا چلائی کہ ہم انھیں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے اختلافات یاد کرانا بھول گئے۔ آج انھوں نے ہمارے مرکز ارض مقدس کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی مہم چلا رکھی ہے۔ اس میں سب سے پہلے ”آزادیٔ اظہار رائے“ کی صدا بلند کرتے ہوئے بادشاہت کے خلاف اور نام نہاد جمہوریت کے حق میں پرچار کر رہے ہیں۔

کیا بادشاہت خلاف اسلام ہے؟

بادشاہت کو عربی میں مملکت اور بادشاہ کو مالک یا ملک کہتے ہیں۔ اگر یہ خلاف اسلام ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے یہ لفظ اپنے لیے کیوں استعمال فرمایا؟ قرآن مجید میں ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ فیصلے کے دن کا بادشاہ، مَلِكِ النَّاسِ لوگوں کا بادشاہ، الملك القدوس۔ فتعالی الله الملك الحق سو بلند ہے اللہ سچا بادشاہ، قل اللهم ملك الملك کہیے اے اللہ! سلطنت کا بادشاہ، تبارك الذی بیده الملك بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے نیک بندوں کو ارض خاکی پر بادشاہت سے نواز کر اتمام نعمت کا اعلان کیا۔

ارشاد ربانی ہے: أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا کیا یہ (ان مسلمان) لوگوں سے اللہ کی عنایات پر حسد کرتے ہیں تو ہم نے آل ابراہیم کو کتاب، وحکمت اور عظیم بادشاہی عطا کی تھی۔ (النساء: 54) اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل سے فرمایا تھا: واذ کروا نعمت الله علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ اور یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جب اس نے تم لوگوں میں سے انبیاء اور بادشاہ پیدا فرمائے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے: وقتل داود جالوت وآته الله الملك اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا تو اللہ نے اسے بادشاہی عطا کی۔

بادشاہت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے مملکت برطانیہ کے خلاف آواز بلند کیوں نہیں کرتے جاپان کے متعلق کیوں خاموش

ہیں۔ فرانس کے بارے میں ان کی زبانیں کیوں گنگ ہو چکی ہیں۔ بس اسلامی ممالک میں ہی بادشاہت کی ممانعت اور مخالفت کیوں؟ لسان نبوت نے پہلے تیس برس کے بعد ملوکیت (بادشاہت) کی خبر تو دی لیکن اس کی مذمت نہ فرمائی، اگر یہ کوئی مذموم چیز ہوتی تو سیدنا علی المرتضیٰ کے بعد سیدنا حسنؓ کو اللہ کبھی منصب امارت پر نہ بٹھاتا۔

کفر کا عجیب کھیل

مسلمانوں میں ایک طرف یہ غلط فہمی پیدا کی گئی کہ بادشاہت کا اسلام میں کوئی تصور ہی نہیں اور دوسری طرف ایک فرقہ کو اس نقطہ پر مر مٹنے پر آمادہ کر لیا کہ فرمانروائی تو صرف آل رسول کا حق ہے، اسی بناء پر وہ لوگ حضرت علی مرتضیٰؓ اور حسنینؓ کو شاہ (بادشاہ) اور ان کی اولاد کو شہزادے اور شہزادیاں قرار دیتے ہیں (کیونکہ وہ صرف ان ہی کو آل رسول سمجھتے ہیں)

آزادئ اظہار خیال کی آڑ میں یہ شکست خوردہ لوگ اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ کر آزادی کی تمام حدود کو روند ڈالتے ہیں۔ آزادی کا تعین کرنے والے کہتے ہیں کہ جہاں سے زید کی آزادی شروع ہو وہاں بکر کی آزادی کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔

اظہار خیال اور فرق مراتب:

یہ فیصلہ تو قرآن نے ہی کر دیا ہے کہ اہل علم اور بے علم برابر نہیں، کافر بھی اس حقیقت کے معترف ہیں دلیل یہ ہے کہ انھوں نے بھی مختلف مناصب، عہدوں کے لیے عقل، فکر، نظر، تعلیم، صحت، تجربہ وغیرہ کی بنیاد پر معیار مقرر کر رکھے ہیں۔ فوج کا سربراہ عسکری قابلیت کی بنیاد پر ہی منتخب کیا جاتا ہے۔ سائنسی تجربہ گاہوں میں غیر سائنسدان کو داخلہ کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مگر یہ عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ سیاست کے میدان میں اہلیت اور معیار کے تمام پیمانوں کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ اس میدان میں معیار کی بجائے تعداد دیکھی جاتی ہے پھر یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ایسی جمہوریت کے ثمرات ہم دیکھ رہے ہیں۔ دنگا فساد، لوٹ مار، افراتفری اور نفرت کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔

عنان حکومت ایک ووٹ سے ہی برتری پانے والے کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ خواہ وہ ایک ووٹ کسی فاتر العقل نے ہی کیوں نہ دیا ہو۔ عنان حکومت سنبھالنے کے بعد ارباب اقتدار سب اچھا کی رٹ لگائے رکھتے ہیں اور حزب اختلاف کا کام سوائے اختلاف برائے اختلاف اور تنقید کے کچھ نہیں رہ جاتا۔ نتیجتاً عوام کالانعام چکی کے ان دو پاٹوں میں پس کر ہی رہ جاتے ہیں۔

سعودی حکومت سے اختلافات کی نوعیت

کفار کی اسلام اور مسلم ممالک کے خلاف یلغار اور ان کے باہمی اتحاد کے طرف نبی آخر الزماں ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی اس کی صداقت کی جھلکیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ اہل کفر نے مسلمانوں میں اختلاف برپا کرنے کی مذموم سازشیں روز اول سے ہی شروع کر رکھی ہیں۔ ان سازشوں کا راز فاش کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا: آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجه النهار واکفروا آخره لعلهم یرجعون (کہنے لگے کہ) اہل ایمان کی طرف نازل شدہ چیز پر پہلے پہر ایمان لے آؤ اور پچھلے پہر انکار کر دو تاکہ یہ (دل شکستہ ہو کر) پلٹ جائیں اور فرمایا: ولن ترضى عنك اليهود والنصارى حتى تتبع ملتهم. تم سے یہود و نصاریٰ ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کے مذہبی ہمنوا نہیں بن جاتے۔

اس مقصد کے تحت مدینہ کے رئیس المنافقین عبداللہ بن سبا نے تفریق بین المسلمین کے مشن کے تحت نفرت کا بیج بویا، پھر اس شجر خبیثہ کی خوب آبیاری کی، یہ عمل تب سے جاری ہے اور تب تک رواں دواں رہے گا جب اصفہان سے ستر ہزار ہمنواؤں کے ساتھ دجال خروج کرے گا۔ دوسری طرف یہی اہل کتاب اپنے قبر پرستی والے جراثیم بعض مسلمانوں میں داخل کر کے شرک کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ اہل کتاب کی مذکورہ سازشوں کا شکار ہونے والے مسلمان اپنے عقائد کے منافی کام کیسے پسند کر سکتے ہیں؟ آج یہی طبقے مملکت سعودیہ کی مخالفت میں پیش پیش ہیں، بعض کا خیال ہے کہ نزول مسیح کے وقت حرمین کے موجودہ متولی بھاگ جائیں گے مگر یہ ان کی خام خیالی ہے۔

حدیث میں ہے کہ یوم فتح مکہ کو نبی پاک ﷺ نے بیت اللہ کی چابی سیدنا عثمانؓ بن طلحہ کو عطا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہمیشہ کے لیے تجھے مبارک ہو۔ چنانچہ آج بھی بیت اللہ کی چابی انہی سیدنا عثمانؓ بن طلحہ کے خاندان کے ایک چشم و چراغ کے پاس ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ ابد تک رہے گی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نزول مسیح کے وقت سرزمین حجاز پر بنو تمیم کی حکومت ہونے کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ لوگ دجال کے خلاف بہت ثابت ہوں گے۔ موجودہ سعودی حکمران بنو تمیم سے ہیں، اگر یہ بدعقیدہ اور بھاگنے والے ہوتے تو لسان نبوت کو یہ راز فاش کرنے سے کون سی چیز مانع ہوسکتی تھی؟

ہمارا ایمان ہے کہ خروج دجال اور نزول مسیح کے وقت بیت اللہ کی چابی سیدنا عثمانؓ بن طلحہ کی اولاد میں ہوگی، اور حرمین کی خدمت کا سہرا بنو تمیم کے سر ہوگا۔ دجال باوجود بسیار کوشش کے حرمین میں داخل نہ ہوسکے گا کیونکہ ان کی حفاظت پر اللہ کی طرف سے فرشتے مامور ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ حتیٰ کعبہ اور خدام حرمین بھی ان فرشتوں کے حصار میں دجالی فتنے سے محفوظ و مامون ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

حرمین کی حرمت اور پائندگی

کفار بارہا گیدڑ بھبکیاں مار چکے کہ ہم حرمین کو تباہ کردیں گے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ یہ لوگ یونہی بکواس کرتے کرتے فنا ہو کر واصل جہنم ہو جائیں گے۔ ذالک بما قدمت ایدیھم بالہائے یہود (دجال لعین) کالی اور ہری چادروں والے ہمرکابوں کے ساتھ ان مقدس مقامات کی بے حرمتی کیلئے پیش قدمی ضرور کرے گا جنھوں نے اپنے قبلے (بیت المقدس) کی حرمت کو تار تار کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، اسے کسی اور کی کیا پرواہ ہوگی، لیکن جس رب نے اپنے گھر کو ابرہہ کے لشکروں سے نہ صرف بچایا بلکہ ان کا بھس نکال دیا تھا، وہ آج بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا

وہ ایسے ناہنجاروں کو حرمین کی حدود میں داخل ہی نہ ہونے دے گا۔ ایسے ناپاک عزائم رکھنے والے یاجوج ماجوج کا لقمہ بن کر واصل جہنم ٹھہریں گے۔ جب تک ایک بھی مسلمان دنیا میں زندہ رہے گا، بیت اللہ قائم و دائم رہے گا۔ ہاں اہل ایمان کے اٹھ جانے کے بعد کعبہ کو باریک مسپنڈلیوں والا حبشی آکر منہدم کرے گا۔ اس کے علاوہ کعبہ کو برباد کرنے کا خواب دیکھنا بلی کے خواب چھیچھڑے کے مترادف ہے۔

تنظیم اہلحدیث کو مبارکباد

قاری تاج محمد شاکر

تنظیم اہلحدیث تو نے حق کو گھر گھر پہنچا دیا ہے	اللہ سے جو کیا تھا عہد نبھا دیا ہے
کس کو پتہ نہیں ہے یہ روشنی ہے کس کی ہے	شمع توحید کو جو گھر گھر جلا دیا ہے
رکاوٹ جو تیری راہ میں لاکھوں طوفان آئے	اللہ نے پھر بھی تجھ کو کنارے لگا دیا ہے
توکل جو تیرا اپنا اللہ کی ذات پر ہے	ہر ایک شر سے تجھ کو رب نے بچا دیا ہے
خم ہو جائے گی اک دن ترے حاسدوں کی گردن	تبلیغ دیں کا تو نے سکہ بٹھا دیا ہے
للکار تیری شرک و بدعت کے ایوان میں گونجی	علم توحید ہر اک جگہ لہرا دیا ہے
اے رویڑیو! تم کو مبارک ہو صد مبارک	بھٹکے ہوؤں کو تم نے رستہ دکھا دیا ہے
دل تحسین ہیں سب تنظیم کے لکھاری	اللہ نے تم کو حق کا معاون بنا دیا ہے
ہے یقین تاج کامل اللہ کی بارگاہ میں	رب نے ترے سلف کو جنت پہنچا دیا ہے

25 دسمبر کرسمس ڈے

محمد عظیم حاصل پوری

کرسمس(Christmas)دو الفاظ کرائسٹ(Christ)اور ماس(Mass)کا مرکب ہے۔ کرائسٹ مسیح کو کہتے ہیں اور ماس اجتماع کے اکٹھا ہونے کو، یعنی مسیح علیہ السلام کے لیے اکٹھا ہونا۔ مسیح اجتماع یا یوم میلاد مسیح، یہ لفظ تقریباً چوتھی صدی کے قریب پایا گیا اس سے پہلے یہ لفظ متعارف نہ تھا۔ اس دن کو یول ڈے فیلوئی (پیدائش کا سال)اور نوائل (پیدائشی یا یوم پیدائش)جیسے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔(نوائے وقت 27 دسمبر 2005ء)نیز کرسمس ڈے کو بڑا دن بھی کہا جاتا ہے۔

25 دسمبر کو عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں عید مناتے ہیں، گھروں کو سجایا جاتا ہے اور نئے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ دن 25 دسمبر 330ء کو منایا گیا۔ اس دن کو منانے کے لیے عیسائی ایک دوسرے کو کرسمس کارڈ بھیجتے ہیں اور اس دن کھانے پکاتے ہیں اور گھروں کی تزئین و آرائش کرتے ہیں۔ اس دن کرسمس ٹری (درختوں کو روشنیوں سے سجاتے ہیں)اپنے گرجا گھروں میں جا کر مذہبی گیت گاتے ہیں۔ آج کل یہ عیسائیوں کی عید بڑے زور وشور سے منائی جاتی ہے

کیا عیسیٰ علیہ السلام 25 دسمبر کو پیدا ہوئے؟

قرآن مجید کے بیان کے مطابق تو ولادت مسیح کے لیے 25 دسمبر کی تاریخ بالکل ہی نامناسب ہے۔ قرآن ولادت عیسیٰ کو یوں بیان کرتا ہے: ”تو وہ اس (بچے) کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دوسری جگہ پر چلی گئیں، پھر درد زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا کہنے لگیں کہ کاش! میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔ اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے ان کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے، کھجور کے تنے کو پکڑ کر ہلاؤ تم پر تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی، تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔“ (مریم:22 تا 26)ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ کھجوروں کے پکنے کا موسم تھا۔ فلسطین میں کھجوریں جون یا جولائی کے مہینے میں تیار ہوتی ہیں اور لگتا ہے کہ انھی مہینوں میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہوگی۔

کرسمس ٹری

اس بات پر سب ہی متفق ہیں کہ کرسمس کے موقع پر کرسمس ٹری کی روایت جرمنی سے آئی۔ دنیا کا پہلا کرسمس ٹری ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں کرسمس کا حصہ بنا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک برطانوی راہب جرمنی کے ایک قصبے میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے درس دے رہا تھا، اسی دوران اس نے شاہ بلوط کے ایک درخت کو یہ ظاہر کرنے کے لیے گرا دیا کہ یہ مقدس نہیں ہے۔ اس درخت کے برابر میں صنوبر کا ایک درخت تھا، شاہ بلوط کا جب درخت گرا تو اتفاق سے صنوبر کا چھوٹا سا درخت اس سے بچ گیا

راہب نے اس اتفاق کو معجزہ قرار دیتے ہوئے اس درخت کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے درخت کا نام دے دیا۔ کرسمس کے روز صنوبر کے اس درخت کو تقریب کا حصہ بنایا گیا اور پھر 17 ویں صدی عیسوی تک جرمنوں نے کرسمس ٹری کی اس روایت کو پورے یورپ میں پھیلا دیا۔ امریکہ میں 20 دسمبر 1821ء کو درخت کرسمس کا حصہ بنا۔ جرمنی اور ہمسایہ ملک میں لوگ اس درخت کو اپنے گھروں میں نمایاں مقام پر نصب کرتے تھے۔

کرسمس کے دوران کرسمس ٹری کا تصور بھی جرمنوں ہی کا پیدا کردہ ہے لوگ کرسمس کے دن سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا پورا واقعہ نعوذ باللہ ڈرامے کی شکل میں پیش کرتے تھے۔ قبیلے کی کوئی لڑکی سیدہ مریم کا بہروپ بھرتی، کوئی ایک نوجوان جبرائیل کا بہروپ بھر کر اس

کے پاس آتا اور اسے شادی کے بغیر ایک بچے کی نوید سناتا۔ سیدہ مریم کی بے چینی اور پریشانی دکھائی جاتی۔ آخر میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا پورا واقعہ سنایا جاتا اور پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور ان کے مصلوب ہونے کا قصہ دکھایا جاتا۔

اس واقعے کے دوران درخت کو سیدہ مریم علیہا السلام کا ساتھی بنا کر پیش کیا جاتا، وہ اپنی ساری اداسی اور ساری تنہائی ایک درخت کے پاس بیٹھ کر گزارتیں۔ یہ درخت بھی اسٹیج پر مصنوعی طریقے سے لگایا جاتا تھا، اس زمانے میں عموماً زیتون کے درخت کی بڑی بڑی شاخیں کاٹ کر لائی جاتی تھیں اور پھر انہیں ایسی جگہ گاڑ دیا جاتا تھا جہاں لوگوں کے سامنے اداکاروں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دہرانا ہوتا تھا۔ جب یہ کھیل ختم ہو جاتا تو لوگ تبرک کے طور پر وہ شاخیں اکھاڑ کر گھر لے جاتے۔ ان شاخوں کو وہ کسی ایسی جگہ لگا دیتے جہاں ان کی نظریں ان پر اکثر پڑتی رہتیں۔ یہ لوگ ان شاخوں کو مختلف قسم کے دھاگوں سے سجاتے بھی رہتے تھے۔

یہ رسم آہستہ آہستہ کرسمس ٹری کی شکل اختیار کر گئی۔ اس ارتقائی عمل کے دوران کسی ستم ظریف نے اس پر بچوں کے لیے تحائف بھی لٹکا دیے، یوں یہ تحائف بھی کرسمس ٹری کا حصہ بن گئے۔ جبکہ اس کرسمس ٹری اور کرسمس پر سیدہ مریم' اور سیدنا عیسیٰ کے واقعے کو سوانگ کی شکل دینے کی' گنجائش خود عیسائی مذہب میں موجود نہیں لیکن یہ دونوں بدعتیں عیسائی مذہب میں شامل ہو چکی ہیں۔ آج پوری دنیا کے عیسائی کرسمس پر یہ دونوں حرکتیں کرتے ہیں۔ کرسمس ٹری کی بدعت انیسویں صدی تک جرمنی تک محدود رہی۔

1847ء کو برطانوی ملکہ وکٹوریا کا خاوند جرمن گیا اور اسے کرسمس کا تہوار جرمنی میں منانا پڑا تو اس نے پہلی مرتبہ لوگوں کو کرسمس ٹری بناتے اور سجاتے دیکھا تو اسے یہ حرکت بہت بھلی لگی، لہٰذا وہ واپسی پر ایک ٹری ساتھ لے آیا۔ اس نے یہ درخت ملکہ کو دکھایا، ملکہ نے بھی اسے پسند کیا یوں 1948ء میں سرکاری سرپرستی میں لندن میں پہلی مرتبہ کرسمس ٹری بنایا گیا۔

یہ ایک دیو ہیکل کرسمس ٹری تھا جو شاہی محل کے باہر آویزاں کیا گیا تھا۔ 25 دسمبر 1948ء کو لاکھوں لوگ یہ درخت دیکھنے لندن آئے اور اسے دیکھ کر گھنٹوں تالیاں بجاتے رہے۔ اس دن سے لے کر آج تک تقریباً تمام ممالک میں کرسمس ٹری ہر عیسائی گھر میں بنایا جاتا ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق صرف برطانیہ میں 70 لاکھ کرسمس ٹری بنائے جاتے ہیں جس پر 150 ملین پاؤنڈ خرچ آتا ہے۔ 200 ملین پاؤنڈ کے بلب اور چھوٹی ٹیوب لائٹس بھی نصب کی جاتی ہیں۔ کرسمس ٹری پر چلائی جانے والی لائٹس تقریباً پورا مہینہ چلائی جاتی ہیں۔ یوں صرف ایک ٹری پر ہزار پاؤنڈ یعنی ایک لاکھ روپے تک بجلی جلتی ہے، یہ اعداد و شمار صرف برطانیہ کے ہیں باقی آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جب کرسمس کا آغاز ہوا تو فضول خرچی کا واحد عنصر موم بتیاں تھیں لیکن پھر کرسمس ٹری آیا، پھر موسیقی، پھر ڈانس اور آخر میں شراب و کباب بھی اس میں شامل ہو گئے۔ یوں یہ تہوار فضول خرچی کی لپیٹ میں آ گیا۔

کرسمس کارڈ

کرسمس کارڈ کی ابتداء 1843ء میں برطانیہ میں ہوئی۔ جب ان کے معاشرے میں ریلوے اور ڈاک کے انتظام سے انقلاب آ چکا تھا۔ ایک غالب خیال کے مطابق سب سے پہلا کرسمس کارڈ جان کالکوٹ ہورسلے نے 1843ء میں اپنے دوست سر ہیز کول کو بھیجا۔ یہ کارڈ پوسٹ کارڈ کی طرز کا تھا جس میں تین خانے تھے۔ مرکزی خانے میں ایک عام برطانوی خاندان کرسمس ضیافت میں جشن مناتے دکھایا لیکن دوسرے خانوں میں بھلائی اور محبت کے سماجی کاموں کی تصاویر بنائی گئیں اور کارڈ کی پیشانی پر لکھا تھا:

"آپ کو کرسمس اور نیا سال مبارک ہو" اس کارڈ کی ایک ہزار کاپیاں شائع کر کے صرف ایک شلنگ فی کارڈ فروخت ہو گئیں۔ اشاعت اور ڈاک کے نظام میں ترقی کے باعث کرسمس کارڈ کا رواج بھی عام ہو گیا جس میں کرسمس کے متعلق تصاویر شائع ہونے لگیں اور آج تک یہ رسم جاری ہے۔

اوراب مسلمان بھی

افسوسناک اور قابل غور بات یہ ہے کہ کرسمس کا دن مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کی طرح ہی جوش و خروش سے منانا شروع کر دیا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ اسلام اس کے متعلق کیا حکم دیتا ہے اور اس کی تاریخی و شرعی حیثیت کیا ہے؟ بس دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی اسے مناتے چلے آرہے ہیں۔ ایسے ہی جیسے عیسائی اپنی خوشی کا اہتمام کرتے ہیں بعینہ مسلمان بھی کرتے ہیں اور اس کے لیے اہتمام اس حد تک بڑھ کر ہوتا ہے کہ زندگی موت کا مسئلہ بنا دیا جاتا ہے۔

سال 2005ء کے کرسمس پر کئی ایسی خبریں منظر عام پر آگئیں کہ جنھوں نے نہ صرف ہوش اڑا دیے بلکہ مسلمانوں کے لیے سوچ کا مقام بھی پیدا کیا۔ خبر یوں تھی کہ لاہور کے علاقے فیروز والا میں 5 بچوں کی ماں نے کرسمس کے موقع پر نئے کپڑوں کی فرمائش کی، اس کا خاوند اسے پورا نہ کر سکا تو وہ تیزاب پی کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی سے ہار گئی۔ اسی طرح دوسری خبر بھی لاہور ہی کے علاقے ریواز گارڈن سے آئی جہاں صائمہ نامی خاتون نے اس مسئلہ پر موت کو گلے لگا لیا۔

(روزنامہ انقلاب لاہور 25 دسمبر 2005ء)

دیکھا جائے تو یہ دیوانگی کے سوا کچھ نہیں۔ اول تو ایک مسلمان کا کافروں کے تہوار میں یوں شمولیت اختیار کرنا ہی ٹھیک نہیں۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا، یوں اس کے لیے اہتمام کرنا تو ویسے بھی گناہ کو لازم کرنے کی بات ہے اور اس کے لیے اس قدر جہالت، دیوانگی اور کوشش کہ خود کو موت کے حوالے کر دینا بیوقوفی کے سوا کچھ نہیں۔ بعض مسلمان عیسائی مشنری کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس کے نتیجے میں انھوں نے کرسمس کے تہوار کا خود بھی اہتمام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ تقریبات ہونے لگی ہیں افسوس صد افسوس! ایسا کرنے والے خود کو اسلام کے نمائندے قرار دیتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن اور مسلم کرسچن ڈائیلاگ فورم کے زیر اہتمام پہلی کرسمس کی تقریب 18 دسمبر 2008ء کو منعقد ہوئی۔ تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں ہونے والی اس تقریب کا آغاز قرآن پاک اور بائبل مقدس کی تلاوت سے ہوا۔ کالج آف شریعہ منہاج یونیورسٹی کے شہزاد برادران نے نعت مبارک پڑھی۔ مسیحی بینڈ نے کرسمس کے گیت گائے، پروگرام میں کرسمس کیک کاٹا گیا۔ امن کی شمعیں روشن کی گئیں اور مسلم مسیحی رہنماؤں کے امن عالم کے قیام کے لیے کاوشیں بروئے کار لانے کے لیے اظہار یکجہتی کیا گیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر مرقس فدا نے قائدین کو امن عالم کے قیام پر بہترین کاوشیں بروئے کار لانے پر امن ایوارڈ دیا۔ (ماہنامہ منہاج القرآن جنوری 2009ء)

کیا یہی مسلمانی ہے؟

گویا مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں رہا، حق و باطل کی تفریق مٹ گئی۔ دین اسلام تمام ادیان باطلہ پر غلبہ رکھنے والا دین ہے مگر اس کی بھی لاج نہ رکھی گئی۔ بائبل اور قرآن مجید کی اکٹھی تلاوت سے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ قرآن کے نزول کے بعد دوسری کتابیں بھی لازم و ملزوم ہیں۔ یہی عیسائی مشنری چاہتی ہے اور اس کے لیے وہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں۔ ان کے دل میں عیسائیت سے نفرت کی بجائے محبت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ وہ عیسائیت کو برا جاننے کی بجائے اسے اچھا تصور کریں۔ ان کے تہوار منائیں اور وہ سب کچھ کریں جن سے اسلام روکتا ہے۔ اول تو مسلمان نہ رہیں اور اگر ہوں بھی تو برائے نام۔

ہم کس کے ساتھ ہیں؟

کرسمس ڈے مسلمان بھی منائیں تو وہ عیسائیوں کے اس عقیدے کو شرف قبولیت بخش رہے ہیں: 25 دسمبر کو اللہ کا بیٹا عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوا تھا (معاذ اللہ)۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ان کے اس عقیدے کو واضح کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا "اور انھوں نے کہا کہ رحمٰن نے اولاد بنائی ہے۔" (مریم:88) اب ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کس کے ساتھ ہیں۔ ان کے ساتھ شریک ہو کر اسلامی عقیدے سے بغاوت کرتے ہیں یا ان کے اس قول کو ٹھکرا کر اللہ تعالیٰ کو واحد اور یکتا مانتے ہیں۔

کرسمس ڈے مت مناؤ کیوں

کرسمس ڈے ایک غیر اسلامی تہوار ہے۔ یہ خالصتاً نصاریٰ کا تہوار ہے جسے مسلمانوں کو منانے کی قطعاً اجازت نہیں کیونکہ مسلمانوں کے خوشی کے تہوار خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ سیدنا انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ سال میں دو تہواروں میں کھیل کود اور ہنسی مذاق کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا: یہ دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ قبل از اسلام ان دو تہواروں میں خوشی منایا کرتے تھے اور کھیلتے کودتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان کے بدلے دو بہترین دن عطا فرمائے ہیں اور وہ ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔" (سنن نسائی:1557) نیز اس کے علاوہ بھی کرسمس ڈے کے ناجائز ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں۔

کفار سے مشابہت

کرسمس ڈے منانا اور اس دن مبارکباد دینا کفار سے مشابہت ہے جس کی وعید رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ "جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انھی میں سے ہوگا۔"

(سنن ابی داود:4031)

اسلام نے یہود و نصاریٰ کی ہر کام میں مخالفت کا حکم دیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے: غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ "بالوں کی سفیدی کو بدل دو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔"

(جامع ترمذی:1805)

کفار سے دوستی

غیر اسلامی تہوار کو منانا گویا کفار سے دوستی بڑھانا ہے جس کی ممانعت قرآن وسنت میں کئی طرح سے موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو؟" (النساء:144) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: "مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازداں نہ بنانا یہ لوگ تمھاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں (جس طرح ہو) تمھیں تکلیف پہنچے، ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو چکی ہے اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمھیں آیات کھول کھول کر سنا دی ہیں۔" (آل عمران:118)

نیز فرمایا: "مومنو! ان لوگوں سے جن پر اللہ غصے ہوا ہے دوستی نہ کرو (کیونکہ) جس طرح کافروں کو مردوں (کے جی اٹھنے) کی امید نہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت (کے آنے) کی امید نہیں" (الممتحنۃ:13)

محفل قرآن و حدیث

جماعت اہلحدیث R-185/7 گگی والا کے بزرگ چوہدری محمد امین بندیشہ کے صاحبزادے چوہدری علی بندیشہ کی شادی کے موقع پر ایک عظیم الشان محفل قرآن وحدیث کا اہتمام کیا گیا۔ کانفرنس بعد از نماز عشاء منعقد ہوئی، منشاء قادری نے انتہائی خوبصورت لہجے میں حمد ونعت پڑھ کر شاندار سماں باندھ دیا۔

کانفرنس کے اجتماع سے "خوشی وغمی منانے کا طریقہ" کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے قاری محمد حسن سلفی نے کہا کہ بندۂ مسلمان کا ہر عمل قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے وہ مومن ہی کیا جو احکامات الٰہیہ کو پس پشت ڈال دے، حقیقت میں مومن وہی ہے جو خوشی وغمی میں نبی ﷺ کی اتباع کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور وہی عمل کرے جو قرآن وسنت سے ثابت ہو۔ مولانا محمد اقبال قصوری نے سیرت صحابہ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام ؓ کی سیرت ہمارے لیے مشعل راہ ہے، صحابہ کی عزت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ مولانا محمد عمران شریف الہ آبادی نے حسد کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حسد انسان کی نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے ہر مسلمان کو کسی کے مال و دولت پر حسد نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ اللہ کی رضا پر راضی رہ کر اس کا شکر بجا لانا چاہیے، یہ کانفرنس خطابات اور حاضری کے لحاظ سے بہت کامیاب رہی۔

(رپورٹ: حافظ نیاز الٰہی ظہیر خطیب مسجد ہذا)

کاروانِ علم وادب

عبدالرشید عراقی　　قسط نمبر 3

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی نامور عالم دین، علوم اسلامیہ کے ماہر اور بلند پایہ مدرس ہیں۔ آپ کے والد کا اسم گرامی مولانا عبدالعزیز سعیدی تھا جو مشہور عالم دین تھے اور مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی (م 1381ھ) کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ بہت بڑے عالم و فاضل اور ایک اچھے شخص تھے۔ خطیب، مقرر، واعظ اور مبلغ تھے۔ قرآن وحدیث کے علاوہ مسائل فقہ پر بھی ان کی وسیع نظر تھی۔ وہ اچھے مدرس، معاملہ فہم، نکتہ رساں اور وسیع العلم عالم تھے۔ مئی 1981ء میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی کا سن ولادت 1957ء ہے۔ دینی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی شہر شکر رہ ضلع بھکر سے کیا، اس کے بعد بقیہ تعلیم مدرسہ دارالحدیث جلالپور پیروالا ضلع ملتان اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے حاصل کی۔ ان دونوں مدارس میں جن اساتذہ کرام سے علوم اسلامیہ میں اکتساب فیض کیا ان میں شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث، مولانا محمد رفیق اثری، مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، مولانا حافظ احمداللہ بڈھیمالوی اور مولانا ثناء اللہ مدنی جیسے اساطین علم وفن شامل ہیں۔

پاکستان میں تکمیل تعلیم کے بعد پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی عازم مدینہ یونیورسٹی ہوئے اور وہاں یونیورسٹی کا نصاب مکمل کر کے واپس پاکستان تشریف لائے۔ پاکستان آکر آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے (عربی) اور ایم اے (اسلامیات) کے امتحانات امتیازی نمبروں میں پاس کیے۔ اس کے بعد بسلسلہ معاش شعبہ تدریس سے منسلک ہو گئے اور جامعہ لاہور الاسلامیہ (گارڈن ٹاؤن لاہور) میں تدریس پر مامور ہوئے اور تقریباً 6 سال تک اسی مدرسہ میں تدریس فرمائی۔

مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی نے جامعہ لاہور الاسلامیہ میں دوران تدریس "المعہد العالی للشریعۃ والقضاء" میں عدالتوں کے ججوں اور وکیلوں کو اسلامی فقہ اور اسلامی قانون کی تدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں کامیابی کے بعد 1990ء میں گورنمنٹ کالج لیہ ضلع مظفر گڑھ میں بطور لیکچرار اسلامیات متعین ہوئے اور بعض دیگر علمی اداروں میں بھی پڑھاتے رہے۔ متعدد رسائل وجرائد میں مضامین نگاری کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ تصنیف وترجمے کے سلسلے میں انھوں نے کافی کام کیا جو حدیث اور مسائل حدیث سے تعلق رکھتا ہے۔ (دبستان حدیث ص:640)

پروفیسر صاحب کا کچھ مدت صحافت سے بھی تعلق رہا، کئی رسائل ہفت روزہ اہلحدیث لاہور، ماہنامہ محدث لاہور، ماہنامہ ندا، الحرمین اور ماہنامہ ندا، اہلحدیث پاکستان کی مجلس ادارت کے بھی رکن رہے۔

پروفیسر صاحب تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں، ان کی تصانیف بعض عربی کتابوں کے تراجم ہیں۔ ان کا عظیم علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ کے لیے امام قرطبی کی "الجامع الاحکام القرآن" اور امام جصاص کی "احکام القرآن" جیسی دو اہم کتابوں پر تحقیقی کام کیا ہے۔ آپ کی تصانیف میں چند ایک کے نام درج ذیل ہیں: (1) ترجمہ وشرح اربعین نووی (۲) آداب دین ودنیا ترجمہ وشرح حدیث ذئبان جائعان (۳) اللؤلؤ والمرجان (دو جلد) صحیح بخاری وصحیح مسلم کی 1906 احادیث کا ترجمہ (۴) الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی (ترجمہ) (۵) ترجمہ وشرح تدریب الراوی امام جلال الدین سیوطی وغیرہ۔

پروفیسر صاحب ماشاءاللہ اب تک کافی علمی کام انجام دے چکے ہیں اور یہ سلسلہ اللہ کے فضل وکرم سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

رانا محمد شفیق خاں پسروری

رانا محمد شفیق خاں پسروری کی ذات تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ بلند پایہ خطیب، مصنف، مقالہ نگار، صحافی اور ادبی وسیاسی رہنما ہیں۔ آپ

مولانا محمد رفیق خاں پسروری کے فرزند ارجمند ہیں، جو اپنے دور کے نامور، مبلغ، واعظ، خطیب، مقرر اور مناظر تھے۔ انھوں نے مسلک اہلحدیث کی اشاعت و فروغ میں بڑی محنت کی اور اللہ کے فضل و کرم سے ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ ان کی تبلیغی و دینی اور مسلکی خدمات ناقابل فراموش ہیں، انھوں نے 1977ء میں پسرور میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

رانا شفیق خاں پسروری کا سن ولادت 1962ء ہے۔ دینی تعلیم کا آغاز جامعہ ابراہیمیہ (رحمانیہ) سیالکوٹ سے کیا۔ اس کے بعد جامعہ علمیہ سرگودھا، جامعہ رحمانیہ گوجرانوالہ اور جامعہ ستاریہ کراچی سے علوم عالیہ و شرعیہ میں تکمیل کی۔ کراچی کے قیام کے دوران کراچی یونیورسٹی سے عربی و اسلامیات میں ایم اے کے امتحانات پاس کیے۔ علاوہ ازیں وفاق المدارس السلفیہ اور فاضل السنۃ الشرقیہ کے امتحانات بھی پاس کیے۔

دینی تعلیم میں پسروری صاحب کے اساتذہ میں درج ذیل علمائے کرام کے اسمائے گرامی ملتے ہیں: علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، مولانا محمد علی جانباز، مولانا عبدالقہار سلفی، مولانا عبدالحکیم (کرم الجلیلی) وغیرہم۔ فراغت تعلیم کے بعد جامعہ ابن تیمیہ متصل جامعہ ستاریہ کراچی میں خطیب رہے۔ بعد میں اپنے آبائی شہر پسرور تشریف لائے اور علی کالج پسرور میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آج کل لاہور چینیانوالی مسجد (اہلحدیث) میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ہفت روزہ اہلحدیث لاہور کی مجلس ادارت کے رکن ہیں اور مرکزی جمعیت اہلحدیث کے اکابرین میں ان کا شمار ہوتا ہے بلکہ پروفیسر ساجد میر صاحب کے دست راست ہیں اور جماعتی و دینی سفر میں ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔

پسروری صاحب تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ اس وقت ان کی 30 کے قریب کتابیں شائع ہو چکی ہیں، پسروری صاحب بڑے ملنسار، خوش گفتار اور زہد و ورع کے مرقع ہیں۔ اللہ انھیں خوش و خرم رکھے۔

بقیہ: درس حدیث

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا ظَهَرَ فِي قَوْمٍ الزِّنَا وَالرِّبَا إِلَّا أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عِقَابَ اللهِ ”جس قوم میں زنا اور سود پھیل جاتا ہے وہ اپنے نفسوں پر اللہ کا عذاب حلال قرار دیتے ہیں۔“ (صحیح الترغیب والترهیب کتاب البیوع باب الترهیب من الربا ج2 ص377 رقم الحدیث:1860)

سود انسان کو ہلاک کر دینے والی چیز ہے اور اسے تجارت قرار دینے والے احمقوں کی جنت میں بستے ہیں کیونکہ ان دونوں میں تین چیزوں کا بنیادی فرق ہے:

(1) سود میں نفع کا حصول یقینی جبکہ تجارت میں نفع کے ساتھ نقصان کا بھی امکان ہوتا ہے۔

(2) سود میں رقم کا رقم سے تبادلہ ہوتا ہے اور اسی رقم پر مخصوص وقت میں مخصوص نفع حاصل کیا جاتا ہے جبکہ تجارت میں رقم کے عوض کوئی چیز خریدی یا فروخت کی جاتی ہے اور اسی کوشش کے نتیجہ میں بسا اوقات نفع حاصل ہوتا ہے اور بعض اوقات نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(3) سودی معاہدات طویل سے طویل تر ہوتے چلے جاتے ہیں جبکہ تجارتی معاملات عموماً مختصر مدت میں ختم ہو جاتے ہیں اس لیے سود کو کسی قیمت پر بھی تجارت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا سود کو شریعت مطہرہ نے حرام اور تجارت کو حلال قرار دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے سودی کاروبار کرنے والے پر لعنت اور تجارت کرنے والے کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔

بقیہ: دلخراش سانحہ مگر دشمن کون؟

اس مثالی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں آج اپنے دشمن کی پہچان کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوگی۔ آج دیکھنا یہ ہے کہ کون ان حادثات پر خوش ہوتا ہے اور کن کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے؟ کون پاکستان کو خوشحال دیکھنا چاہتا ہے اور کون اس کو ختم کرنے کے لیے فتنے جاری کرتا ہے۔ جب تک ہم اپنے دشمن کا تعین نہیں کر پاتے ہم ایسے ہی پٹتے رہیں گے اور ہمارا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ مجھے آخر پر کہتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میرے چمن کے 142 پھولوں نے قربانی دے کر منتشر قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا ہے۔ اگر یہ ایسا ہی رہے تو یہ قربانی مہنگی نہیں اور اگر اب بھی ہم اپنے دشمن کو پہچان گئے اور ہم راہ راست پر گامزن ہو گئے اور دشمن کی تلاش میں لگ گئے تو یقیناً یہ قربانی رنگ لائے گی۔

□□□

عمران خان کے نام کھلا خط!!

حمید اللہ خان عزیز

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ "ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو رسول کے امر (حکم اور کام) کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا دردناک عذاب میں نہ گرفتار ہو جائیں" (النور:63)

عمران خان صاحب! آپ اپنی گفتگو میں اللہ اور رسول ﷺ کا نام لیتے وقت ان کے مقام ومرتبہ کا خیال نہیں رکھتے۔ عموماً اپنی گفتگو میں ان پاکیزہ ناموں کو مخاطب کرنے سے پہلے اوئے کا بے ساختہ لفظ ادا کرتے ہیں اور یہ اسماء صیغہ واحد میں لیتے ہیں جس سے اہانت کا پہلو نکلتا ہے۔ آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ سب سے زیادہ محبت کی حقدار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ "بعض لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کی جاتی ہے لیکن جو مومن ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں۔" (البقرہ:165)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ محبت صرف اللہ سے ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے سے محبت کرنا "شرک فی المحبت" ہے۔ کسی دوسرے سے محبت اللہ کی رضا اور حکم کے مطابق ہونی چاہیے اور محبت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ گویا یہ محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہوگی اسی طرح ہمیں تمام اعمال صالحہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا کے لیے کرنے چاہئیں لوگوں کو دکھانے کے لیے نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ "(اے ایمان والو! کہہ دو کہ) ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے اور ہم (تمام اعمال) خالص اللہ کے لیے کرتے ہیں۔" (البقرہ:139)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اليسير من الرياء شرك "تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔" (حاکم 1/4 وسندہ صحیح)

رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ دنیائے کائنات سے بڑھ کر جب تک آپ ﷺ سے محبت نہ کی جائے ایمان کامل ہی نہیں ہو سکتا جس طرح حدیث میں ہے: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تمام اختلافات میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ آخری سند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اتھارٹی کو سورۃ النساء میں بیان فرمایا ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا "(اے رسول ﷺ!) آپ کے رب کی قسم لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ اس کو بہ رضا ورغبت تسلیم کر لیں۔" (النساء:65)

جناب عمران خان صاحب! قرآن مجید کی یہ آیت تحریک انصاف سمیت تمام سیاسی جماعتوں کو یہ پیغام دے رہی ہے کہ ہمیں اپنے تمام اختلافات کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال سے کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ کا فیصلہ معلوم ہو جانے کے بعد اسے خوشی خوشی تسلیم کر لینا چاہیے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ مومنین کی فہرست سے خارج ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ "اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور نبی سے اس طرح زور سے نہ بولو جس

طرح آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔" (الحجرات:2)

رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سنتے ہی فوراً تعمیل کرنی چاہیے۔ اللہ فرماتے ہیں: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ "اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اس حال میں کہ تم سن رہے ہو اس سے روگردانی نہ کرو۔"

(انفال:20)

جناب عمران خان صاحب! آپ اپنی تقریر میں کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی مدد کی بات کرتے ہیں تو بہت اچھا لگتا ہے۔ آخر آپ مسلمان ہیں آپ کو ایسا ہی کہنا چاہیے، ہر قسم کی مدد اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہیے۔ لیکن عجب المیہ یہ ہے کہ آپ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے مدد کے طالب ہیں تو دوسری طرف سیاست میں منزل من اللہ دین کی مخالفت؟ حالانکہ حصول مدد ورحمت کا ذریعہ صرف اور صرف اتباع رسول ﷺ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ "میری رحمت (مدد) ہر چیز کو شامل ہے اس رحمت کو میں ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو تقویٰ شعار ہوں گے، زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے (وہ لوگ جو اس رسول نبی اُمّی کی پیروی کریں گے)" (الاعراف:165)

محترم! آپ قوم کی بیٹیوں اور بیٹوں کو سڑکوں پر لے کر بیٹھے ہیں، آپ کے بقول یہ سب قوم کے لیے کر رہے ہیں، آپ کو قوم کے کس فرد نے ایسا کرنے کو کہا ہے؟ خان صاحب! قوم پر رحم کریں، اقتدار کی ہوس میں آپ دین کی بنیادی اقداریں کھوکھلی کر رہے ہیں جس سے آپ کی آخرت کا تباہ ہونا یقینی ہے۔ (اللہ توبہ کی توفیق دے)

خان صاحب! آپ کے دھرنے سے غیروں کی رسمیں پروان چڑھ رہی ہیں، کفریہ نظام کو سپورٹ مل رہی ہے، بے حیائی اور غیر شرعی افکار کو فروغ مل رہا ہے۔ دنیا بھر کے غیر مسلم آپ کو صرف اس لیے پسند کر رہے ہیں کہ آپ کے دھرنوں اور جلسوں سے اسلام مخالف ایجنڈے کی تکمیل ہو رہی ہے۔ تقریر میں آپ کی زبان کی پھسلن ایمان وعقیدے کے متعلق متعدد شکوک وشبہات پیدا کر رہی ہے۔ پردہ، جس کو کافر ناپسند کرتے ہیں، یہود ونصاریٰ اسی پردے کو اپنے ایجنڈے کی تکمیل میں بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ آپ کے جلسوں میں بے حجاب خواتین اور میوزک کے بے ہنگم شور سے وہ قدرے مطمئن نظر آتے ہیں۔

خان صاحب! آپ امریکہ اور یورپ کی حمایت سے خوش ہیں یہ سب جھوٹی حمایتیں ہیں۔ اقتدار کے حصول کے لیے دین وملت کو قربان کر دینا کہاں کی عزت ہے۔ پلیز! قرآن وسنت کا مطالعہ کریں، ایک مسلمان رہنما کی حیثیت سے قرآن وسنت ہی کو ہدایت کا مرکز سمجھیں۔

اسلام ایک کامل دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں رہنمائی کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو مقررہ اصول کا پابند، مہذب ومتمدن، محسن اور باوقار بناتا ہے۔ آپ کے اعلانات اور تقریروں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مغربی جمہوریت کے خول میں بند ہیں۔

محترم! اسلام اور مغربی جمہوریت دو مختلف راستے ہیں، یہ دو الگ نظام ہیں، اسلام امن کا ضامن اور جمہوریت تفریق کا باعث ہے۔ قرآن مجید کی آیات آپ کو دعوت غور وفکر دے رہی ہیں: وَاَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ "اور یہ کہ (آپ ﷺ) ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کریں، جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور ان سے بچیں کہ وہ آپ کو کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لیں کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بیشک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔ پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔"

(المائدہ:49-50)

مولانا سعید احمد حنیف سلفی جوارِ رحمت میں

ازقلم: مولوی ابوبکر سعید
تصحیح وتہذیب: مفتی عبید اللہ خاں عفیف حفظہ اللہ

مباہلہ میں کامیابی

اگرچہ آپ عملاً مناظر تو نہ تھے مگر مناظرہ کے نشیب وفراز سے پوری طرح آگاہ تھے۔ بعض مسائل میں بحث چھڑ جاتی اور بات بڑھتے بڑھتے مناظرہ کی صورت میں ڈھل جاتی۔ ایک دفعہ تقلید وجمود کے رسیا شخص سے رفع الیدین کے موضوع پر گفتگو مناظرہ کی شکل اختیار کر گئی، اس حنفی مولوی کے پاس عدم رفع الیدین کے دلائل تو تھے نہیں، بالآخر اس نے جھنجلا کر یہ کہہ دیا کہ جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے، چنانچہ اللہ کے فضل ورحمت سے ایسا ہی ہوا کہ وہ مولوی آپ کی زندگی ہی میں فوت ہوگیا، یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔

جامعہ سلفیہ سے وفاداری

سلفی صاحب نہایت وفادار شخصیت کے مالک تھے اپنی مادر علمی اور روحانی دانشگاہ جامعہ سلفیہ سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ برس ہا برس گزر جانے کے باوجود اپنی پوری عملی زندگی میں اس عظیم ادارہ کے ساتھ محبت میں کوئی وھن نہیں آنے دیا بلکہ ہر سال چندہ اکٹھا کرکے ہزاروں روپے جامعہ سلفیہ میں جمع کروا کر رسید وصولی حاصل کرتے، جامعہ کا مالی ریکارڈ اس تعاون پر شاہد عدل ہے۔

لیلۃ القدر کا نظارہ

زہد وورع، عبادت اور شب زندہ داری کا ایک ثبت پیش خدمت ہے۔ آپ اپنی زندگی کا ایمان افروز واقعہ خود سنایا کرتے تھے کہ میں نے ایک رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کی سعادت وبرکت اور اس کا نظارہ کرنے کے لیے بڑے الحاح کے ساتھ دعا کی، بڑے ذکر واذکار کیے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لیلۃ القدر کی سعادت نصیب ہوئی گئی۔ اچانک میں نے ایک روشنی آسمان کی طرف چڑھتی ہوئی دیکھی تو میں نے پڑھنا شروع کر دیا: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَفَاعْفُ عَنِّیْ اور استغفار کرنے لگا۔

ذوق عبادت اور سیرت

نماز باجماعت کے خوگر، زہد وورع کے مرقع، تقویٰ وطہارت کے پیکر، شب زندہ دار، مہمان نواز، مستجاب الدعوات اور مرجع الخلائق تھے۔ ہر مکتبہ فکر کے لوگ آپ سے مستفید ہوتے تھے، آپ نام کے ہی سلفی نہ تھے بلکہ آپ لباس میں، بود وباش میں اخلاق واطوار میں کتاب وسنت کے ساتھ شیفتگی میں بچ بچ نمونہ سلف اور عالم دین تھے۔ نیک اطوار، خوش نہاد، وسیع الظرف اور مرنجاں طبیعت کے مالک تھے۔

میلاد کا جلوس

حضرت سلفی جس قدر سنت کے شیدائی تھے، اسی قدر بدعات وخرافات کے خلاف سراپا احتجاج بھی تھے۔ سنت کی حمایت میں اور بدعت کے استیصال میں کسی مصلحت کے ہرگز قائل نہ تھے۔ اپنی حد تک بدعت کے ساتھ ہرگز سمجھوتہ نہ کرتے۔ چنانچہ ہمارے گاؤں کے بدعتی ملاں نے چند لاابالی شاگردوں کو ورغلا کر میلاد النبی کے جلوس کا آغاز کرنا چاہا، جب یہ جلوس محمدی مسجد اہلحدیث کے قریب پہنچا تو جلوس دیکھ کر آپ سخت برہم ہوئے۔ اپنے بھائی ولی اللہ خاں کے ساتھ لاٹھی لے کر مسجد کے چوک میں آگئے، جب آپ نے اس بدعتی ٹولے کو للکارا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس بدعتی ملاں کو جان بچانے کے لیے بھاگنا پڑا اور یوں ہمیشہ کے لیے میلاد کا جلوس اپنی موت آپ مرگیا۔

الغرض آپ نے جتنی زندگی گزاری مجاہدانہ گزاری، عقیدۂ توحید کی آبیاری اور سنت کی پاسداری میں گزاری۔ بدعت وخرافات کے کشکش میں گزاری، ان کا پسندیدہ شعر بھی ان کی سیرت کا آئینہ دار ہے۔

میری زندگی کی راتیں اسی کشمکش میں گزری
کبھی سوزو ساز رومی کبھی پیچ و تاب رازی

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

وفات حسرت آیات

جب آپ کی حیات کے آخری ایام تھے،شوگر اور فالج کی مرض نے آپ کو پریشان کر دیا،اس کو تقدیر الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا۔اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر اور صابر رہے۔بیٹی نے کہا کہ ابا جی اپنے رب سے صحت کی دعا کریں تو فرمایا بیٹی! اب صحت کی ضرورت نہیں،اب اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال ہے کہ وہ میرے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اپنے دیدار سے نوازے۔اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے پیش نظر امید واثق ہے کہ ان کا یہ سوال قبول فرمایا گیا ہوگا۔

کچھ ایام بیمار رہنے کے بعد پیکر علم وعمل،نمونہ سلف اور مستجاب الدعوات مورخہ 22 رجب 1434ھ الموافق 4 جون 2013ء اس دار فانی سے ہمیشہ کے لیے رشتہ توڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔بوقت وفات عمر ستر برس کے لگ بھگ تھی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ وادخلہ جنۃ الفردوس وأعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار۔آمین۔قبل از مغرب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے بھائی شیخ الحدیث مفتی عبید اللہ خان عفیف حفظہ اللہ امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان نے پورے سوز وگداز کے ساتھ پرملال لہجہ میں پڑھائی۔دعائے مغفرت کرتے ہوئے مفتی صاحب کی آواز بھرا گئی جس کی وجہ سے شرکائے نماز جنازہ کی آنکھیں بھی چھلک گئیں۔

اولاد امجاد

آپ نے اپنے پسماندگان میں تین بیٹے،دو بیٹیاں،ایک پوتا اور تین پوتیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔بڑا بیٹا مولوی ابوبکر سعید جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہے اور منجھلا بیٹا یاسر سعید حافظ قرآن اور جامعہ سلفیہ میں زیر تعلیم ہے،عامر سعید الیکٹریشن اور دونوں بیٹیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔

دعائے صحت

تمام علمائے کرام تہہ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث مفتی عبید اللہ خان حفظہ اللہ کو صحت وسلامتی سے نوازے۔آمین
(دعا گو:نعیم عظیم بھٹی)

تبصرہ کتاب

نام کتاب: شیخ القرآن والحدیث حافظ محمد دینؒ
تالیف: عطاء محمد جنجوعہ
تبصرہ نگار: عبدالرشید عراقی

شیخ الحدیث حافظ محمد دین جماعت اہلحدیث کے نامور عالم دین واعظ مبلغ،خطیب ومقرر تھے۔علوم اسلامیہ میں ان کا تبحر علمی بے مثال تھا۔ ان کی ساری زندگی دین اسلام کی اشاعت،کتاب وسنت کی ترقی وترویج، شرک وبدعت اور محدثات کی تردید وتوبیخ میں گزری۔حافظ صاحبؒ نے مسلک اہلحدیث کی اشاعت اور کتاب وسنت کی مدافعت میں شب وروز محنت کی،اس کی تفصیل زیر تبصرہ کتاب میں ملے گی۔

حافظ صاحبؒ اتباع سنت میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ان کا رہنا سہنا،معاشی ومعاشرتی معاملات اور تمام دینی اور دنیاوی امور کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرتے تھے۔توحید وسنت کی تبلیغ بہت عمدہ انداز میں کرتے تھے کہ ان کے مخالفین (اہل بدعت) راہ راست پر آجاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص احسان اور فضل وکرم تھا کہ ان کے رہائشی قصبہ جات اور گردونواح کے لوگ ان کو انتہائی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

حافظ صاحب مستجاب الدعوات تھے۔تمام مسالک کے علماء ان کا احترام کرتے تھے،حافظ صاحب علم وفضل میں اعلیٰ وارفع،اخلاقی عادات میں بے مثال،مہمان نواز،غرباء ومساکین کے ہمدرد اور ان سے مالی تعاون کرنے میں پیش پیش رہتے تھے،اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔
(آمین)

کتاب کے مولف محترم عطاء محمد جنجوعہ صاحب حفظہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔آپ علمی وادبی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ مشہور ومعروف کالم نگار ہیں۔جماعتی رسائل تنظیم اہلحدیث،الاعتصام اور اہلحدیث میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور اب تو ماشاء اللہ مصنف بھی ہو گئے ہیں۔یہ کتاب حافظ محمد دینؒ کی پوری زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ہر پڑھے لکھے آدمی اور خاص کر اہلحدیث حضرات کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے،یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

دلخراش سانحہ... مگر دشمن کون؟

طاہر علی صارم

اگر اسلامی تاریخ کا عمیق نگاہوں سے مطالعہ کیا جائے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ہماری تاریخ دلخراش واقعات سے بھری پڑی ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب عیسائیوں نے یروشلم پر ایک کیا تو خون مسلم سے گلیاں بھری ہوئی تھیں۔ مورخ لکھتے ہیں کہ خون مسلم اس قدر بہایا گیا تھا کہ گھوڑا اگر گلی سے گزرتا تو خون گھوڑے کی پنڈلی تک ہوتا تھا۔ لیکن مجھے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی اتنا بڑا سانحہ نہیں تھا۔ پھر چشم فلک نے یہ بھی منظر دیکھا کہ جب تاتاریوں نے ارض بغداد کو خون مسلم سے رنگین کر دیا اور مسلمانوں کے علمی ورثے کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اس وقت ہر مسلمان کی آنکھ اشکبار تھی۔ دنیا اس بات کو ماننے پہ مجبور ہے کہ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کو کبھی صدمہ نہیں پہنچا۔

مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس وقت خوف کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مسلمان بازار میں تاتاری کو مل جاتا اور تاتاری کے پاس تلوار نہ ہوتی تو وہ مسلمان کو کہتا کہ آپ یہاں ہی ٹھہریں میں آپ کو قتل کرنے کے لیے گھر سے تلوار لے کر آ رہا ہوں تو مارے خوف کے وہ آدمی وہاں ہی کھڑا رہتا۔ اس کو دنیا کی سب سے بڑی بربریت و وحشت کہا جاتا ہے لیکن میرے خیال کے مطابق یہ بھی کوئی اتنا بڑا سانحہ نہیں تھا۔ میری نگاہوں کے سامنے دجلہ و فرات کا مسلمانوں کے قتل کی وجہ سے کئی دن تک سرخ بہنا بھی ہے۔

مجھے جنگ عظیم اول میں مسلمانوں کا پٹنا اور خلافت کا ختم کیا جانا بھی یاد ہے لیکن یہ سب سانحات میرے نزدیک اتنے بڑے نہیں ہیں کیونکہ اس وقت ہمارے اسلاف کو دشمن کی پہچان کرنے میں چنداں دشواری نہیں تھی۔ پشاور میں ہونے والے واقعہ کو میں اس لیے بڑا کہتا ہوں کہ ہم ابھی تک یہ فیصلہ ہی نہیں کر پائے کہ یہ حملہ کس نے کیا ہے؟ کہا جا رہا ہے کہ دہشت گرد عربی بول رہے تھے، انھوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں اور اس کی ذمہ داری بھی طالبان نے قبول کر لی ہے۔

میں ایک لمحے کے لیے تسلیم کر لیتا ہوں کہ بات ایسے ہی ہے لیکن یہ سوال بھی تو ذہن میں کروٹ لیتا ہے کہ یہ طالبان آخر ہیں کون؟ ان کی ذہن سازی کرنے والے کہاں بیٹھے ہوئے ہیں؟ دلائل کی دنیا میں آ کر سوچیں کہ یہ پہاڑوں میں رہنے والے درندہ صفت انسانوں کو وسائل کون مہیا کر رہا ہے ان کے پاس جو اسلحہ کے انبار ہیں کیا وہ وہاں کے پہاڑ اگل رہے ہیں؟ ان کو فنڈنگ کون کر رہا ہے؟ پہلے ان تمام سوالات کے جوابات ڈھونڈیے، پھر حقائق تک پہنچنا آسان ہوگا۔ یقیناً ان کا ایک ہی جواب ہے کہ ان کو بعض طاقتیں فنڈنگ کر رہی ہیں اور یہ لوگ انڈیا کی شہ پر یہ سب گل کھلا رہے ہیں ان کو یہ مخصوص ذہن دینے والے بھی یہی لوگ ہیں آج افغانستان میں پاکستانی سرحد کے قریب انڈیا کے 22 کے قریب قونصل خانے موجود ہیں جو قونصل خانے کم اور جاسوسی کے اڈے زیادہ ہیں۔

یہاں ہی سے اسلحہ اور وسائل ان لوگوں کو دیے جاتے ہیں اور ان کا آقا ملا فضل اللہ بھی انہی کی پناہ گاہ میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہے۔ آج سوشل میڈیا پر کچھ اس طرح کی خبریں بھی گردش کر رہی ہیں کہ یہ حملہ مودی مکار کے ذہن کی اختراع تھا اور اس میں اس کا سیکرٹری ملوث تھا لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں اپنے دشمن کو سمجھنا چاہیے۔ ضرب المثل ہے کہ "چور نہ مارو چور کی ماں مارو" تو ان دہشت گردوں اور خوارج کی ماں انڈیا اور طاغوتی قوتیں ہیں لہٰذا ان کے خلاف ایک مضبوط آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔

اگر پشاور میں ہونے والے سانحہ کا ماضی کے حادثات کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو یقیناً یہ ان کے مقابلے میں بڑا نظر آتا ہے۔ ماضی میں تاتاری مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے اپنی تلوار استعمال کرتے تھے لیکن آج "گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے کے مترادف" ہم خود ان دہشت گردوں کو اپنی تلوار مہیا کر رہے ہیں۔ اگر میں یوں کہوں تو مبالغہ آرائی نہ ہو گی کہ ہم خود مسلمان بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ سوال یہ بھی ہے کہ ہم کو کیسے معلوم ہوگا کہ ہمارا دشمن یہ ہے؟ اس کے لیے قرآن مجید نے بہت ہی سادہ اصول وضع فرمایا وہ یہ ہے کہ جو تمھاری خوشی سے نالاں ہوں اور تمھاری غمی پر فرحت و شاداں ہوں وہ تمھارا دشمن ہے۔

(بقیہ ص:20)

جماعتی خبریں

پریس ریلیز

توحید ایک ایسی نعمت ہے جس کے ذریعے انسان کا دل شرک سے پاک اور نورِ ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔ توحید و سنت پر کاربند انسان کبھی درگاہوں پر سجدے نہیں کرتا۔ ان خیالات کا اظہار حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ نے گذشتہ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے کہا کہ فوت شدگان سے مدد طلب کرنا، مزاروں پر چراغاں کرنا، قبروں پر چادریں چڑھانا، نذر و نیاز کے طور پر جانور ذبح کرنا، قبروں پر بطور تبرک ہاتھ پھیرنا اور سالانہ عرس و میلے لگانا سب شرک ہے، شریعت مصطفی ﷺ میں اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ توحید اتفاق و اتحاد اور الفت و یگانگت کا درس دیتی ہے۔ (رپورٹ: نمائندہ تنظیم بھلی)

تبلیغی رپورٹ

جماعت اہلحدیث بصرہ کالونی تحصیل مریدکے کے زیرِ اہتمام جامع مسجد توحید میں مورخہ 7 دسمبر بروز اتوار بعد از نمازِ مغرب ایک تبلیغی و اصلاحی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا، تلاوت کی سعادت حافظ عثمان بن یوسف نے حاصل کی۔

بعد ازاں حافظ عبدالوحید شاہد روپڑی امیر جماعت اہلحدیث پنجاب و دعوت خطاب دی گئی تو انھوں نے توبہ و استغفار کے موضوع پر شاندار خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسان چونکہ غلطی کا پتلا ہے اس سے گناہ سرزد ہو جانا فطری امر ہے اس لیے انسان کو ہر لمحہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کے لیے توبہ و استغفار کرے، یقیناً وہی انسان کامیاب ہے جس نے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی اور جنت کا مستحق بن گیا۔ ان کے بعد مفسر قرآن مناظر اسلام حافظ عبدالوہاب روپڑی ناظم اعلیٰ مرکزیہ جماعت اہلحدیث پاکستان کو خطاب کے لیے مدعو کیا گیا تو آپ نے فکر انگیز خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تمام دینی جماعتوں کو اتحاد کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، کچھ شرپسند عناصر مسلمانوں کے دلوں میں الفت و محبت کی بجائے نفرت و کدورت پیدا کرنے کی مذموم سازشیں کر رہے ہیں، اس لیے تمام علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ کلمۂ توحید پر قائم رہتے ہوئے احسن انداز سے دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیں۔

(منجانب: مولانا عبدالحمید حقی امیر جماعت اہلحدیث ضلع شیخوپورہ)

دعائے مغفرت

گذشتہ چوہدری محمد زبیر آف کوٹ ماہی خاں ضلع قصور قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم علماء کے بڑے قدردان تھے ان کا امام العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی سے گہرا تعلق تھا۔ آپ بہت سخی دل انسان تھے، زندگی بھر غریب و مساکین سے دل کھول کر تعاون کرتے رہے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے اور مہمان نوازی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

مفسر قرآن حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ نے گارڈن ٹاؤن لاہور میں ان کی رہائش گاہ پر جا کر ان کے بیٹوں سے اظہار تعزیت کی اور ان کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ خدا ترس انسان تھے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا بلکہ ہمیشہ صلہ رحمی کرتے رہے جس کا اعتراف اہل علاقہ اب بھی کرتے ہیں۔ ادارہ لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (ادارہ)

ضرورت خطیب

گاؤں چندر کے منگولے ضلع نارووال میں ایک عدد پنجابی خطیب کی ضرورت ہے۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں، معاوضہ حسب لیاقت دیا جائے گا۔ (منجانب: بشارت صدیقی 0301-4791079)

دعائے مغفرت

حافظ محمد ناظم معلم جامعہ اہلحدیث لاہور کے نانا جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم خوش اخلاق، مہمان نواز اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ ان کے بھتیجے بھائی مولانا عبداللہ ورنے پڑھائی۔ قارئین کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین (دعا گو: طلباء جامعہ اہلحدیث لاہور)

WEEKLY
TANZEEM AHL-E-HADITH CPL-104
LAHORE